

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 6

عجیب آوازیں

18

رقاصہ کا قتل

19

نیلی روشنی

20

ابن صفحی

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام ، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشور خالد سلطان

پرنٹر بیانی پرنس

جاسوسی دنیا نمبر 18

عجیب آوازیں

(مکمل ناول)

پیشرس

خاص نمبر کے بعد فریدی اور حمید کا دوسرا کارنامہ پیش کر رہا ہوں۔ یہ ایک رنگین مزاج اور دولت مند لڑکی کی داستان ہے۔ جس کا مغنتیت عجیب و غریب حالات میں موت کا شکار ہو جاتا ہے اور اس کا عاشق جیل میں پہنچ جاتا ہے۔

عالیہ ایک رنگین مزاج لڑکی تھی۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ساتھ ہی ساتھ آزاد خیال بھی تھی۔ روزانہ نئے نئے دوست بناتی تھی۔ لہذا اس حادثے کے رومنا ہونے پر لوگوں کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ عالیہ بھی اس سازش میں شریک تھی۔ ممکن ہے اس نے کسی نئے دوست کی خاطر ان دونوں کو اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی ہو۔ بظاہر حالات عالیہ کے خلاف ہی تھے۔

لیکن فریدی اس کیس کو اتنا سطحی نہیں سمجھتا۔ وہ ایک ایسی حرمت اگنیز بات درکیافت کرتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے اور پھر وہ صحیح مجرم کو منظر عام پر کھینچ لاتا ہے۔ سرجنت حمید نے بھی اس داستان میں کتنی کارنائے انجام دیئے ہیں۔ قیقہے بکھیرے ہیں۔

دکھپ حادثہ

بات کچھ بھی رعنی ہو لیکن اسکلئر فریدی کا تاریخے ہی حمید کے گنوں سے لگی اور سر پر بجھی۔ وہ اس پار تھیہ کر کے اپنے وطن آیا تھا کہ کم از کم ایک ماہ تو ضرور اپنے اعزہ کے ساتھ گزارے گا۔ مگر ٹھیک پندرھویں دن فریدی کا تاریخا اور تاریخ کا مضمون بھی کچھ اس قسم کا تھا کہ وقت طور پر جلاہت لازمی تھی۔

لکھا تھا۔ ”جلد آؤ! لطف رہے گا۔“

”کیا خاک لطف رہے گا۔“ حمید تاریخ کا فارم مٹھی میں ملتا ہوا بڑا بڑا۔ ”لطف یہ رہے گا کہ دن رات جک ماریے! چھیوں میں بھی چین نہیں! سراغ رسانی سانی اوڑھنا پچھوڑنا ہو گر رہ گئی ہے۔“ ”بہر حال قہر درویش بر جان درویش۔ بستر باندھنا ہی پڑا۔ اگر صرف افسری اور ماتحتی کے تعلقات ہوتے تو شاید وہ استغفاری لکھ کر بیچ دیتا۔

سترن کے دوران میں اس کا مودہ خراب ہی رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر یا کیک کو نہیں ایسی مصیبت آگئی۔ اس دوران میں اخبارات میں بھی سننی خیر حادثے کی کوئی خبر نہیں شائع ہوئی تھی۔

ترین تیزی سے راستہ طے کر رہی تھی اور حمید کھڑکی کے قریب بیٹھا اونکھ رہا تھا۔ طبیعت اتنی بیزار تھی کہ وہ کسی طرف دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ حالانکہ کپار ٹھنڈت میں اس کی دلچسپی کا کافی سلامان موجود تھا مگر طبیعت تھی کہ غیر حاضر۔ اکثر کئی لکھتے ہوئے رسیلے قتبہ اس کے کانوں میں گونج آئتھے اور وہ دوسرے کنارے پر بیٹھی ہوئی تیز و طراد لڑکوں کی طرف دزدیدہ نظروں سے

دیکھ کر رہ جاتا۔ اس سے زیادہ دلچسپی لینا کم از کم اس وقت اس کے بس کاروگ نہیں تھا۔ زیادہ تر خیالات اور جھنچلاہست کی کلمش جاری رہنے کے بعد دماغ پر کاملی سی مسلط ہو گئی تھی جسے پہلوں کی گھڑگھڑاہست کی یکسانیت نے کچھ اور گہرا کر دیا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور کھڑکی پر سر نیکے اوٹ گھر رہا تھا۔

وفتاکی نے اس کے شانے پر ہاتھ روکھ دیا۔ حمید چوک کر پلانا۔

”معاف کیجئے گا میری وجہ سے آپ کے آرام میں خلل پڑا۔“ اس کے یہچے بیٹھے ہوئے آدمی نے کہا۔

”فرمائیے۔“

”کیا عرض کروں! میری دیا سلامی شام کہیں گر گئی ہے۔“ اس نے جھپٹی ہوئی مسکراہست کے ساتھ کہا۔

حمدید کا دل چاہا کہ اس کی گردن پکڑ کر کھڑکی سے دھکیل دے! یہ ایک جوان العر توہا اور وجہہ آدمی تھا۔ لباس سے متول معلوم ہوتا تھا۔ انگلیوں میں قیمتی پتھروں کی انگوٹھیاں تھیں۔ کلامی پر بند ہوئی گھڑکی کی چین میں بھی الماس کے چھوٹے چھوٹے مستطیل نکلوے جزے ہوئے تھے۔ حمید نے ایک بار پھر اسے گھوڑ کر دیکھا۔ وہ کوئی بے نکا جملہ کہنے ہی جا رہا تھا کہ اس کی آنکھوں میں نہ امت دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

”یجھے دیا سلامی حاضر ہے۔“ حمید نے دیا سلامی جیب سے نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

”شکریہ۔“ اس نے اپنا سگریٹ کیس کھول کر حمید کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

”میں سگریٹ نہیں پیتا۔“ حمید نے کہا۔

”خوب۔“ وہ اپنی سگریٹ سلاکتا ہوا بولا۔ ”لیکن رفاه عام کیلئے دیا سلامی ضرور رکھتے ہیں۔“

حمدید اس کی بے تکلفی پر جلا گیا۔

”تھی نہیں۔“ اس نے منہ بنا کر کہا۔ ”مجھے رفاه عام ٹھم کی حرکتوں سے کوئی دلچسپی نہیں میں پاپ پہتا ہوں۔ سگریٹوں کے کاغذ مجھے بدبودار معلوم ہوتے ہیں۔“

”لیکن یہ مصری سگریٹ ہیں، اچھیں اچھیں۔“ اچھی مسکرا کر بولا۔

حمدید نے سگریٹ کیس سے ایک سگریٹ نکال کر جیب میں ڈال لی اور پاپ نکال کر اس میں

تمبا کو بھرنے لگا۔ اجنبی متحیر نظر وہ سے دیکھنے لگا۔

”بات دراصل یہ ہے۔“ حمید مسکرا کر بولا۔ ”میں نے اس سگریٹ کا صرف ہام سناتھا مگر پینے کا اتفاق نہیں ہوا۔ میں اسے بطور یادگار اپنے پاس رکھوں گا اور مرتبے وقت اپنے بڑے لڑکے کو دے کر وصیت کر جاؤں گا کہ وہ بھی مرتبے وقت اپنے بڑے لڑکے کو دے کر بھی وصیت کر جائے کہ وہ اپنے لڑکے کو...!“

اجنبی کے چھت شکاف قبیلے کی وجہ سے جملہ جہاں کا تھاں رہ گیا۔

”بخدا آپ بہت دلچسپ آدمی معلوم ہوتے ہیں۔“ اجنبی اپنی بُنگی روکتا ہوا بولا۔

”جناب۔“ حمید نے ہوتھ سکوڑ کر کہا۔ ”اجنبی آپ نے دیکھاں کیا ہے۔“

”کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔“

”کسوں۔“

”کسی کام سے۔“

”جی نہیں علاج کرانے کی نیت سے۔“ حمید نے سجادگی سے کہا۔ ”پرسوں مجھے ایک پاگل کتنے کاث لیا۔“

”خوب....! اجنبی مسکرا دیا۔“

”بھلا اس میں مسکرانے کی کیا بات ہے۔“ حمید گزد کر بولا۔ ”کیا آپ مجھے پاگل سمجھتے ہیں۔“

”جی نہیں....جی نہیں۔“ اجنبی کے لجھ میں گھبراہٹ تھی۔

”تو پھر آپ مسکرائے کیوں۔“

”کچھ نہیں یو نہیں.... یو نہیں۔“

”یو نہیں مسکرائے تھے آپ۔“ حمید نے طیش میں آکر کہا۔ ”لیکن یو نہیں مسکرانا کچھ اچھی علامت نہیں۔“

”اے صاحب آپ تو خواہ خواہ۔“

”خواہ خواہ کیا۔ میں خواہ خواہ باشیں کر رہا ہوں؟ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ میں پاگل ہوں۔“

”نہیں صاحب۔ نہیں صاحب۔“ اجنبی پیچھے کھلکھل ہوا بولا۔

”پیچھے کیوں کھلک رہے ہو؟ کیا میں کاث کھاؤں گا۔“

"اُرے صاحب آپ نے۔" اجنبی کھینی بھی کے ساتھ بولا۔

کپارٹمنٹ کے دوسرے لوگ ان کی طرف متوجہ ہو گئے تھے اور لڑکیاں آنکھیں چلائے حید کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"آپ اکیلے سفر کر رہے ہیں۔" اجنبی پھر سمجھی ہوئی آواز میں بولا۔

"جی نہیں! میرے ساتھ ہزاروں اس طریقے میں سفر کر رہے ہیں.... پھر؟"

"جتاب میں معافی چاہتا ہوں۔" وہ گھبرا کر اٹھتا ہوا بولا۔

"معافی.... کس بات کی معافی۔ آپ نے میرا کیا بگذاہے۔" حید نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور وہ بے تحاشہ زنجیر کی طرف بڑھا۔ کپارٹمنٹ کے دوسرے لوگ بھی گھبرا کر کھڑے ہو گئے۔

"یہ کیا حماقت!" حید نے اسے کھینچ کر بٹھاتے ہوئے کہا۔ "آپ زنجیر کیوں کھینچنے جا رہے ہیں۔ کیا آپ حق مجھے پاگل سمجھتے ہیں۔"

اجنبی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خوف زدہ نظروں سے حید کی طرف دیکھ رہا تھا۔ لیکن اب حید کو خوف محسوس ہوا کہ کہیں کوئی دوسرا زنجیر نہ کھینچ لے کیونکہ قریب بیشے ہوئے کئی آدمیوں نے اسے یہ کہتے ساتھا کہ وہ بغرض علاج کسوی جا رہا ہے۔

"آپ حضرات تشریف رکھئے۔" حید نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "میں مذاق کر رہا تھا۔" کچھ مسکراتے کچھ جھنجھلاتے ہوئے بیٹھ گئے۔

"لیکن میں اس بے عکی حرکت کا مطلب نہیں سمجھا۔" اجنبی پکڑ کر بولا۔

"آپ نے مجھ سے دیا سلامی ماگی تھی۔" حید نے مسکرا کر کہا۔ "اگر بات بیہیں تک رہتی تو خیر۔ لیکن آپ کے جملے سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ آپ بے تکلفی پر آمادہ ہیں اور آپ پر یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ میں اجنبیوں سے بے تکلفی کا عادی نہیں۔"

اجنبی ہنسنے لگا۔ لیکن اس بھی میں شرمندگی کے ساتھ جھنجھلاہٹ بھی موجود تھی۔ "خیر چلنے بات ختم ہوتی۔" اس نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ اگر کوئی اعتراض نہ ہو تو ذرا دیا سلامی پھر عنایت فرمائیے گا۔"

"شوق سے۔" حید نے دیا سلامی پڑھا دی اور اجنبی سگریٹ سلاکا نے لگا۔

کپارٹمنٹ کے دوسرے مسافرانہیں برابر گھورے جا رہے تھے۔

”مخفی آپ کی وجہ سے یہ سب لوگ مجھے پاگل سمجھنے لگے ہیں۔“ حمید آہستہ سے بولا۔ اجنبی نے اور حمزہ دیکھا اور ایک بار پھر اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ ”آپ کہیں پڑھتے ہیں۔“ اس نے حمید سے پوچھا۔ حمید اور حمزہ کی باتوں میں اس کا سوال ٹال گیا۔ پھر اور بھی باتیں چھڑ گئیں۔ دوران گفتگو میں پہلے چلا کہ دونوں کی منزل ایک ہی ہے۔

”مجھے دراصل بھکر سراغ رسانی کے آفیسر سے ملتا ہے۔“ اجنبی نے رازدارانہ انداز میں کہا۔ ”کیوں؟ کس سے؟“ حمید چوک کر بولا۔

”انپکٹر فریدی سے۔“

”اوہ....!“ حمید کے چہرے پر عجیب سے آثار پیدا ہو گئے، لیکن وہ سنجھل گیا اور پھر اس طرح اس کی طرف دیکھنے لگا جیسے اسے اس بات سے کوئی دلچسپی نہ ہو۔ ”میں ایک مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ میں نے کئی دن قبل فریدی صاحب کو ایک خط لکھا تھا جس کا مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ اب میں خود ہی ان سے ملنے کے لئے جا رہا ہوں۔“ حمید سوچنے لگا۔ کیا فریدی نے اسے اسی کے لئے بنا لایا ہے؟ لیکن اس نے اجنبی سے اس کے متعلق گفتگو کرتا مناسب نہ سمجھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ شخص کوئی الٹی سیدھی کہانی لے کر فریدی کے پاس پہنچ گیا تو خواہ نخواہ بغیر چھٹیاں بھی بر باد ہو جائیں گی۔

”آپ اس سے قبل بھی انپکٹر فریدی سے ملے ہیں۔“ حمید نے پوچھا اور اجنبی چوک کر اُسے دیکھنے لگا۔ اس کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس سے کوئی غلطی ہو گئی ہو۔ ”معاف سمجھنے گا میں اس کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔“ اجنبی نے احتیاط سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

حمدید کا استجواب اور بڑھ گیا۔

”مگر ابھی تو آپ....!“

”ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔“ اجنبی اس کی بات کاٹ کر آہستہ سے بولا۔ ”معلوم نہیں آپ کون ہیں؟ میں بہت پریشان ہوں۔“ مخفی رازداری کے خیال سے میں سینئنڈ کلاس میں سفر کر رہا ہوں۔ ”ورنہ تمہارا کلاس میں کرتے۔“ حمید نے مسکرا کر کہا۔ ”اس کی نظریں اس کی بیش قیمت

امکونیوں اور گھری کی جنین پر بھی ہوئی تھیں۔ ”

”بھی نہیں! یہ بات نہیں۔ فرست کلاس میں سفر کرنے کے لئے جگہ خصوص کرانی پڑتی۔“

”بہت اچھے۔“ حید نے قہقہہ لگایا۔ ”اب شاید آپ مجھ سے بدالیں چاہتے ہیں۔“

”یہ بات نہیں۔“ اجنبی بے چینی سے بولا۔ ”میں آپ کا شکر گزار ہوں گا اگر آپ یہ ذکر ہی

چھوڑ دیں۔“

حید خاموش ہو گیا۔ وہ غور سے اجنبی کو دیکھ رہا تھا۔ جس کے چہرے پر کسی قسم کے جذبات کے آثار نہ تھے اور آنکھوں کی بے تکلفی سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس وقت خالی اللہ ہوں ہو۔ اس کے دو توں ہاتھ آہستہ انھر ہے تھے اور پھر وہ حید کی گردان کی طرف پڑھنے لگے۔ اس کی آنکھیں اس طرح ویران نظر آرہی تھیں جیسے وہ انداز ہو۔ حید گھبرا کر چیچھے کھمک گیا۔

دوسرے مسافر انہیں اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے ان کے سامنے دو داری اپنے اپنے کرتے دکھار ہے ہوں۔

”چیچھے ہٹئے۔“ حید نے اس کے سینے پر ہاتھ مار کر چیچھے کی طرف مکھتے ہوئے کہا۔

”ڈر گئے۔“ اجنبی نے قہقہہ لگایا۔ ”کیوں لے لیا نہ بدال۔“

حید نہی طرح جھینپ رہا تھا۔

”دیکھا آپ نے آرٹ اسے کہتے ہیں۔“ اجنبی نے سمجھ دی گئی سے کہا۔

”آپ جیسا زیر ک آدمی بھی دھوکا کھا گیا۔“

حید ہنسنے لگا۔ دوسرے مسافر بھی ہنس رہے تھے۔

”میں نے ابھی تک جتنی یاتیں کیں، سب بکواس تھیں۔“ اجنبی نے کہا۔

”خیر اس پر مجھے کسی طرح یقین نہیں آسکتا۔“ حید منہ سکوڑ کر بولا۔ ”آپ نے ساری

باتیں حق کی تھیں اور آپ انہیں مذاق کارنگ دینا چاہتے ہیں۔“

”آپ یقین کر جئے۔“ اجنبی گھبرائے ہوئے لجھے میں بولا۔

”بھلا میں کس طرح یقین کر سکتا ہوں۔ جب کہ خود میں انکفر فریڈی ہوں۔“ حید نے

آہستہ سے کہا۔

اجنبی بے ساختہ اچھل پڑا۔

سامنے کی برتھ پر ایک پروفیسر نما آدمی اپنے سپاٹ سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا درمرے سے کہہ رہا تھا۔ ”بعض نوجوان عجیب و غریب حرکتوں کے ذریعہ لاکوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔“

اجنبی نے اس کاریمارک صاف نہ لیکن اس کی حالت میں کوئی تغیر نہیں پیدا ہوا۔ وہ بدستور آنکھیں پھاڑے حمید کو گھورے جا رہا تھا۔

”آپ... آپ۔“ وہ ہکلایا۔

”جتاب۔“ حمید سنجیدگی سے بولا۔ ”آپ کا خط دلچسپ ضرور تھا لیکن مجھے اس کی صداقت پر شہر تھا۔ اس لئے میں نے سبی مناسب سمجھا کہ آپ سے ملتے سے پہلے ہی حالات کا جائزہ لے لو اور اب آپ کے ساتھ ہی واپس جا رہا ہوں۔“

”تو آپ نے حالات کا جائزہ لے لیا۔“ اجنبی بے چینی سے بولا۔ ”اور آپ کو اب میرے بیان پر کسی قسم کا شہر نہیں۔“

”قطعاً نہیں۔“ حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”اور مجھے اس کا بھی علم ہے کہ آپ کی زندگی رویا اور کی تال پر رکھی ہوئی ہے اور کسی وقت بھی آپ مر سکتے ہیں۔“

”اوہ...!“

”جتاب۔“ حمید نے معنی خیز انداز میں سر ہلا کر کہا اور پھر تھوری دیر بعد آہستہ سے بولا۔ ”ان مسافروں میں سے بھی کوئی آپ کا دشن ہو سکتا ہے۔“

”تو کیا ہم کپارٹمنٹ بدل دیں۔“ اجنبی نے پوچھا۔

”قطعاً! لیکن صرف آپ! میں آپ سے علیحدہ رہ کر ہی آپ کی حفاظت کر سکوں گا۔“ اجنبی گھبرا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

”چونکے کی ضرورت نہیں۔“ حمید آہستہ سے بولا۔ ”آپ شاید اسی وقت اپنی موت بلا اپنے چاہتے ہیں۔ کھڑکی کے باہر دیکھئے۔“

اجنبی نے فوراً قابل کی اور پھر پلت کر دوسری طرف نہیں دیکھا۔ جیسے ہی گاؤں اسٹشن پر رکی وہ اپنا اپنی اٹھا کر نیچے اتر گیا۔

”اسٹشن پر مل جائیے گا۔“ حمید نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا اور پھر آپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

اس کے بعد بقیہ سفر اٹھتے ہی گزر لے جید نے اسے یہ تو فہادا تھا۔ لیکن سوچ رہا تھا کہ وہ ہے کون؟ اور فریدی سے کیوں ملتا چاہتا ہے۔
منزل مقصود پر پہنچ کر وہ قلیوں سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ اجنبی بھی آکر کھڑا ہو گیا۔ لیکن جید نے کچھ ایسا روایہ اختیار کر لیا جیسے اس نے اس سے قبل دیکھا ہی نہ ہو۔
”اب آپ کیا چاہتے ہیں۔“ اجنبی نے پوچھا۔

”جی....!“ جید تھیر آمیز لہجے میں بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔“
”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“ اجنبی نے چوک کر کہا۔
”کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں۔“ جید نے سمجھدی گی سے پوچھا۔
”اوے....!“ اجنبی ایک قدم پیچے ہٹ گیا اور جید ہنسنے لگا۔ پھر اس کی طرف جمک کر آہت سے بولا۔

”آہت اسے کہتے ہیں.... امید ہے کہ اب آپ اس کا بھی بدلاہ لینے کی کوشش کریں گے۔“
جید اسے پلیٹ فارم پر چھوڑ کر قلی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

حیرت انگلیز تحریب

کوئی بھی پہنچ کر جید نے سامان اپنے کمرے میں پھینکا اور فریدی کی تلاش کرنے لگا۔ نوکروں سے معلوم ہوا تھا کہ وہ گھر ہی میں ہے، لیکن کسی کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ وہ کس کمرے میں ہے اور کیا کر رہا ہے۔ نوکروں نے یہ بھی بتایا کہ فریدی نے انہیں شاکر دیپشہ میں نشہرنے کا حکم دیا تھا۔ اس لئے وہ کوئی بھی کے اندر بھی نہیں جا سکتے تھے۔

جید اندر ونی راہداری سے گذرتا ہوا عجائبات کے کمرے کی طرف بڑھا۔ دھڑا سے کسی کے کے بھوکلنے کی آواز آئی۔ غراہٹ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ کتابخانی غصے میں ہے۔ آواز فریدی کی تحریپ گاہ سے آرہی تھی جو اوپری منزل پر تھا۔ جید نے عجائبات کے کمرے میں جھانکا لیکن وہاں کوئی نہیں تھا۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے رک کر کچھ سوچنے لگا۔ کتب کی آواز برابر سنائی دے رہی تھی۔ جید تیزی سے ڈر انگل روم کی طرف پلانا۔ اس کی رفتار کچھ اتنی تیز تھی کہ پاہی انکھر میں

دوڑنے کا گمان ہو سکتا تھا اور پھر دوسرے لئے میں وہ زینے طے کرتا ہوا اپنی منزل کی طرف جا رہا تھا۔

تجربہ گاہ کے دروازے بند تھے لیکن کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں۔ حمید آہستہ آہستہ ایک کھڑکی کی طرف بڑھا اور پھر اس کی آنکھیں حرمت سے بچلی گئیں۔ فریدی اپنے ایک خونخوار بلڈ ہاؤٹ (Blood Hound) کی زنجیر تھا سے کھڑا تھا، جو ایک کپڑے کے قد آدم مجسے پر حملہ کرنے کے لئے زور کر رہا تھا۔ مجسے یونہی بحدے تم کا تھا۔ لیکن اسے جو سوت پہنایا گیا تھا کافی قیمتی معلوم ہوتا تھا۔ کتے کے جوش و خروش سے ظاہر ہوتا تھا کہ اگر وہ کسی طرح چھوٹ گیا تو مجسے کے پر خیز اڑادے گا۔

وفحشاً فریدی نے زنجیر اس کی گردان سے ٹالا لی اور کتا کپڑے کے مجسے پر ٹوٹ پڑا۔ وہ اسے نبڑی طرح ادھیز رہا تھا اور فریدی کے ہونٹوں پر ایک آسودہ سی مکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ پھر وہ کتے اور مجسے کی طرف سے لاپرواہ ہو کر سگار سلانے لگا۔

”آپ اس بیچارے کی مدد نہیں کر رہے ہیں۔“ حمید نے باہر سے کہا اور فریدی چوک پڑا۔
”اوہ تم آگئے... اتنی جلدی امید نہیں تھی۔“

فریدی نے دروازہ کھول دیا۔ حمید نے اندر چکنی کر دیکھا کہ مجسے کے بجائے اب جیتوں کا ذمیر کتے کے جوش غصب کا شکار بنا ہوا ہے۔

”آپ خیریت سے ہیں ن۔“ حمید نے کتے کی طرف سے نظریں ہٹا کر فریدی کو چھپڑتے ہوئے کہا۔

فریدی ہنسنے لگا۔ پھر اس نے میز پر رکھی ہوئی گھنٹی کا بٹن دبایا۔ باہر قدموں کی آہٹ سنائی دی اور کتے خانے کا گران اندر داخل ہو۔ فریدی نے زنجیر اسے دے دی اور حمید سے مخاطب ہوا۔
”تارکل شام ہی کو مل گیا ہو گا۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن اس وقت فور آئی کوئی ٹرین نہ مل سکی۔“ حمید منہ سکوڑ کر بولا۔ ”اور بذریعہ چھاز آنے میں اخراجات زیادہ پیش ہے۔“

”تمہاری عدم موجودگی میں بہت اداں رہتا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔

”کور آپ کے قریب رہ کر مجسے اوس ہونے کا بھی موقع نہیں مل۔“ حمید خلک لجھ میں بولا۔

اس دوران میں کتنے کامگراں بلڈ ہاؤٹ کے گلے میں زنجیر ڈال چکا تھا اور اب اسے باہر لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن کتابت کی طرح بٹنے کا نام ہی نہ لیتا تھا۔

”یوں نہ جائے گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”اپنے ساتھ وہ ذہیر بھی لے جاؤ۔“

پھر فریدی نے بڑھ کر کتنے کی زنجیر پکڑی اور مگر ان چیزوں کا ذہیر سیٹھنے لگا۔

ایک ہاتھ پر اس نے چیزوں کا ذہیر سنبھالا اور دوسرے سے کتنے کی زنجیر تھام کر باہر نکل گیا۔ کتابدستور اچھل کر اس کے ہاتھ میں چیزے گرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

”آؤ چلیں۔“ فریدی بھی دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولा۔

حیدر جیت سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دونوں برآمدے میں آکر آرام کر سیوں میں بینٹے گئے۔ ”شاید ابھی تک آپ کا داماغ اُس جزیرے سے اولادے ہے۔“ حیدر تھوڑی دیر بعد بولा۔

”تمہارا خیال غلط ہے۔“ فریدی نے مسکرا کر کہا۔

”پھر یہ سب کیا تھا.....؟“

”ایک تجربہ۔“

”تجربہ۔“

”ہاں..... لیکن ابھی نہیں ہتاوں گا۔“ فریدی نے بجھا ہوا سگار سلاکتے ہوئے کہا۔ ”پہلے جا کر کپڑے اتارو! عسل کرو! کھانا بھلا! ابھی کہاں کھلایا ہو گا! تم نہیں پر لے سرے کے کنگوں۔“

”لیکن آپ نے مجھے بلا یا کیوں ہے؟“ حیدر جلا کر بولा۔

”جنت کرنے کے لئے.... جان من اس قدر ناراض کیوں ہو۔“

حیدر جلا کر اٹھا اور اندر چلا گیا۔

تقریباً ایک سوچنے کے بعد عسل وغیرہ سے فارغ ہو کر وہ پھر برآمدے ہی کی طرف واپس آیا کیونکہ فریدی اندر موجود نہیں تھا۔

ابھی وہ برآمدے میں قدم بھی نہیں رکھنے پایا تھا کہ اسے ایک ایسی آواز سنائی دی جسے وہ کچھ دیر قبل ٹرین میں سن چکا تھا۔ وہ کمرے ہی میں رک گیا۔ آوازِ حق اس جنپی کی تھی جسے اس نے

ثرین میں یوں قوف بٹایا تھا۔ لیکن اس وقت اس کے لجھے میں متانت کی بجائے دیوانہ پن جھلک رہا تھا۔ وہ اس طرح بول رہا تھا جیسے اس پر کسی قسم کا دورہ پڑ گیا تھا۔

”فریدی صاحب۔“ آپ کو ماننا ہی پڑے گا۔ تم ہزار چالیس ہزار، پچھاں ہزار میں اس سے بھی آگے بڑا ہے گا۔ اپنے دشمنوں کو نیچا کھانے کے لئے اپنی ساری پونچی لاسکتا ہوں۔ نہیں نہیں۔ فریدی صاحب! اس طرح سرہ بڑائیے۔ خدا کی قسم پاگل نہیں ہوں۔ فریدی صاحب میں ہوش میں ہوں۔ آپ میرے متعلق تحقیقات کر سکتے ہیں۔ جنوبی امریکہ کی کریسل ڈائریکٹر، میں آپ کو میرا نام اور فوٹو مل سکتا ہے۔“

”مجھے یقین ہے۔“ فریدی کی پر سکون آواز سنائی دی۔

”پھر آپ انکار کیوں کر رہے ہیں۔ جب کہ آپ کی چھ ماہ کی چھٹیاں بھی باقی ہیں۔ چلنے ساتھ ہزار.... سفر خرچ اور دیگر اخراجات کے علاوہ.... اب آپ کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔“

”مسٹر قیم! مجھے افسوس ہے کہ میں پھر بھی آپ کی کوئی خدمت نہ کر سکوں گا۔“

”آخر کیوں؟ آخر کیوں؟“

”پونچی..... اصول کی بات آپڑی ہے۔“

”یعنی....!“

”معاف کیجئے گا۔ میرے پاس آپ کے یعنی کا کوئی جواب نہیں۔“

”تو میں قطعی ناامید ہو جاؤں۔“

”میں....!“

”فریدی صاحب! میں بڑی امیدیں لے کر آیا تھا۔“

”مجھے خود افسوس ہے۔“

”میں حتی الامکان آپ کو آمادہ کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔“ اجنبی نے کہا۔

”میں نے آخری بات کہہ دی۔“ فریدی کھانس کر بولا۔ ”ویسے آپ کو اختیار ہے۔ میں آپ کو کوشش سے تو باز نہیں رکھ سکتا۔“

”میں مایوس نہیں ہو سکتا۔“ اجنبی کے لجھے میں خود اعتمادی تھی۔ ”کیونکہ آپ کے بعد پھر کوئی اور نظر نہیں آتا۔ یہ میری موت اور زندگی کا سوال ہے۔ فریدی صاحب میں نے ساتھا کہ

آپ مظلوموں کی مدد کرتے ہیں۔ اسی لئے میں نے آپ تک آنے کی ہمت کی تھی۔"

"لیکن آپ سے زیادہ مظلوم بھی میرے پاس آچکے ہوں تو! اور میں انہیں مدد دینے کا وعدہ کر چکا ہوں تو ایسی صورت میں آپ کے ساتھ ہزار میرے ارادے پر کس طرح اثر انداز ہو سکتی گے۔"

"تو کیا میرے دشمنوں نے آپ سے مدد طلب کی ہے۔"

"نہیں۔"

"پھر...؟"

فریدی نے اس سوال کا جواب دینے کے بجائے ایک نوکر کو آواز دی۔

"ڈڑاڑا نیور سے کہو کہ گاڑی گیرج سے نکال دے۔ باہر جانا ہے۔"

"فریدی صاحب! مجھے تج بڑی مایوسی ہوتی۔" اجنبی انتہا ہوا بولا۔

"میں پھر عرض کروں گا کہ مجھے افسوس ہے۔ اگر آپ تین دن قبل مجھ سے ملے ہوتے تو شاید میں اس وقت آپ ہی کے کام کے متعلق سوچ رہا ہوتا۔"

"خیر صاحب! مجھے یقین ہو گیا کہ میری بربادی قریب ہے۔"

پھر حمید نے قدموں کی آہمیں سنیں، جو بذریعہ دور ہوتی چارہ تھیں اور جب برآمدے میں آیا تو فریدی خلاء میں نظریں جمائے کچھ سوچ رہا تھا۔

حمدیکی آہٹ پر چونکہ پڑا۔

"تم نے کپڑے نہیں بدلتے۔ ہم مے پول ہوٹل تک چلیں گے۔ کھانا وہیں کھائیں گے۔"

اس نے حمید سے کہا۔

حمدی کوئی جواب دیئے بغیر پھر واپس لوٹ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اجنبی نے ٹرین میں اس سے کیا کہا تھا کہ وہ فریدی سے ملنے جا رہا ہے۔ پھر اس نے اپنی اس بات کو نہ اق میں ٹالنے کی کوشش کی تھی؟ آخر کیوں؟ وہ کون تھا؟ فریدی کے پاس کیوں آیا تھا۔

"جانتے ہو کون تھا۔" فریدی نے حمید سے راستے میں پوچھا۔

"میں آپکی طرح جلاو کی پڑیا تو ہوں نہیں کہ ہر ایک کو پیچانتا پھر دوں؟" حمید بیزاری سے بولا۔

فریدی خاموش ہو گیا اور حمید کو یہک احساس ہوا کہ اس نے اس وقت بیزاری کا اظہار کر کے غلطی کی ہے۔ اب فریدی اسے کچھ بتائے بغیر ہی ادھر ادھر بہلاتا پھرے گا۔ اجنبی کی

خشیت پر اسرار تھی اور فریدی نے جس انداز سے اُسے نالا تحاوہ بھی کم از کم حید کے لئے خانا تھا۔ اس نے اس سے قبل فریدی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا تھا۔ روز ہی اس کے پرائیوریٹ کیس آتے رہے تھے لیکن اس نے آج تک کسی ضرورت مند کو اتنے خلک لجھے میں کو راجو اب نہیں دیا تھا اور پھر یہاں تو معاملہ ساختہ ہزار سک پہنچ پکا تھا اور دوسرا سے اخراجات سے کوئی مطلب نہیں؟

حید کی بھروسہ بڑھتی جا رہی تھی۔ آخر وہ کون تھا؟ اور کیا چاہتا تھا؟

اور پھر اچانک اسے فریدی کا حیرت انگیز تجھ بے یاد آگیا۔ حرکت قطعی پاگل پن کی تھی، لیکن فریدی سے اس کی توقع ناممکن تھی کہ وہ پھوٹ کی طرح کپڑے کا مجسہ بنانے کا پرانا بہترین سوت کتے سے نچوڑا لے گا۔ آخر یہ سب کیا تھا؟

”میں نہیں چانتا کہ وہ کون تھا۔“ حید تھوڑی دیر بعد بولا۔

”ہوں.....!“ فریدی مسکر لیا لیکن وہ بدستور سامنے دیکھتا رہا۔ اس کے انداز سے یہ بھی معلوم ہوتا تھا کہ یہ مسکراہٹ کسی جملے کا پیش خیر ثابت ہو گی۔

حید کی اکتاہٹ اور جھلاہٹ میں اضافہ ہو گیا۔

”لیکن ہم سے پول ہوٹل کیوں جا رہے ہیں۔“

”غیر ضروری باتوں سے اجتناب کرنا سمجھو؟“ فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

”یہ غیر ضروری بات ہے؟“ حید نے جھلا کر کہا۔

”چ۔“

”واہ یہ بھی اچھی رہی۔“ حید برس پڑا۔ ”خواہ مخواہ تار دے کر مجھے بلایا۔ اتنے لمبے سفر کی کوڈت بھی دور نہ ہونے پائی تھی کہ یہاں چل دہاں چل۔ جہنم میں گئی ملازمت۔ میں تو اب عاجز آگیا ہوں۔“

”ملازمت کی بات کہاں چھیڑ بیٹھے۔ ہم تو چھٹی پر ہیں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

حید کا غصہ اور تیز ہو گیا لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔ البتہ اس کا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا اور آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔

”ہے ہے۔“ فریدی اسے کن انگلیوں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”اس وقت کافی ہیں لگ رہے ہو۔ تم اپنا ہونٹ دانتوں میں مت دبایا کرو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ستارے شفق کو نکلنے کی

کوشش کر رہے ہوں۔"

حمد پھر پکھنے بولا۔

"تم خاموش کیوں ہو.... کچھ چکوپاڑے۔" فریدی نے اُسے پھر چھیڑا۔

"کیا آپ مجھے آلو کا پٹھا سمجھتے ہیں؟" حمید جی کر بولا۔

"نہیں آدمی کا پٹھا۔" فریدی نے آہستہ سے کہا اور کار میں پول ہوٹل کے پور تکیوں میں کھڑی کر دی۔

حمد طوعاً و کر عما اس کے چینچے چل رہا تھا۔ فریدی داہتی طرف کے گیبینوں کی قطار کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اس کی نظر س نبروں پر دوڑ رہی تھیں۔ چند لمحے کھڑے رہنے کے بعد وہ ایک گیبین کی طرف بڑھا۔ پردہ ہٹایا اور حمید کی آنکھوں کے سامنے بجلی سی چک گئی۔ پردہ ہٹتے ہی گیبین میں بیٹھی ہوئی لڑکی بے اختیارات انداز میں کھڑی ہو گئی۔ حمید اُسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔ وہ شہر کے فولاد کے سب سے بڑے تاجر کی لڑکی عالیہ تھی۔ اوپھی سوسائٹی کا شاید ہی کوئی ایسا فرد رہا ہو، جو اُسے نہ جانتا ہو۔ وہ شہر کی تفریخ گاہوں کی جان اور کلپنل حرم کے ہنگاموں کی روح رواں تھی۔

"ترحیف رکھئے۔" فریدی قدرے جھک کر بولا اور حمید کی طرف بڑ کر اُسے منی خیز نظروں سے دیکھنے لگا۔

عالیہ بیٹھ گئی۔ وہ بار بار اپنی پیشانی پر رومال پھیر رہی تھی۔

"آپ کا کیس یقیناً میرے لئے دلچسپ ہو گا۔" فریدی بیٹھتا ہوا مسکرا کر بولا۔

عالیہ کوئی جواب دینے کے بجائے حمید کی طرف دیکھنے لگی۔

"اوہ.... یہ میرے رفتی کا سرجنٹ حمید ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "ان کی موجودگی آپ کی تشویش کا باعث نہیں بن سکتی۔"

عالیہ کے ماتھے پر ابھری ہوئی سلوٹیں غائب ہو گئیں۔

"ہاں تو آپ نے مجھے اس وقت کیوں بلا یا ہے۔" فریدی اپنے جیب میں سگار ٹھوٹا ہوا بولا۔

"اگر آپ ناپسند نہ کریں تو میں ایک سگار لٹکاؤں۔"

"اوہ.... شوق سے۔" عالیہ کی مترنم آواز سنائی دی۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کو

تکلیف دی۔ بات یہ ہے کہ مجھے شاہد مر جوں کے نو کر سے آج ایک نئی بات معلوم ہوئی ہے۔

ممکن ہے آپ کے کام کی ہو۔"

"وہ کیا؟"

"شاہد مر حوم نے اسی خاص تقریب کے لئے ایک سوت سلوا میا تھا، جو تقریب سے ایک ہفتہ قبل اچانک اس کے بکس سے غائب ہو گیا تھا اور پھر ایک دن قبل اسی بکس میں پایا گیا۔"

عالیہ کا جملہ ختم ہونے سے قبل ہی فریدی سگار سلاکتے ہوئے رک گیا تھا۔ اس کی آنکھیں حیرت انگیز طور پر چکنے لگی تھیں اور چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

"لیکن اس کی اطلاع آپ لوگوں کو پہلے ہی کیوں نہیں دی گئی۔" فریدی نے سگار کو میز پر رکھتے ہوئے پوچھا۔

"پہ نہیں..... نوکر کا بیان ہے کہ شاہد نے اسے اس کا تذکرہ کرنے سے روک دیا تھا۔"

فریدی کچھ سوچنے لگا۔

"میرا خیال ہے۔" عالیہ پھر بولی۔ "شاہد نے اخلاقاً اس کا تذکرہ کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اگر آپ ہی کاسی کے گھر میں بطور مہمان قیام ہو اور آپ کی کوئی چیز گم ہو جائے تو آپ یقیناً صاحب خانے سے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے پچکچائیں گے۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔" فریدی ایش ٹرے پر نظریں جائے ہوئے بولا۔

حید کی بھنسن لختہ پہ لختہ بڑھتی جا رہی تھی۔

خونی کتا

"اچھا تو عالیہ بیگم۔" فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ "میں شاہد مر حوم کے نوکر سے پھر کچھ باتیں پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی چلتے۔"

"نہیں ابھی نہیں..... میں شام کو آؤں گا اور ہاں آپ کے والد صاحب کب تک واپس آئیں گے۔"

"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ وہ تقریباً چھ ماہ سے غیر ممالک کے دورے پر ہیں۔ پچھلے دو ماہ سے ان

کا کوئی خط بھی نہیں آیا۔ ان کا آخری تار مصر سے آیا تھا جس میں انہوں نے اطلاع دی تھی کہ وہ
کیپ ناؤن جا رہے ہیں۔ اس کے بعد سے پھر کوئی خبر نہیں ملی۔“

”ہوں.... اچھا تو پھر میں شام کو آؤں گا۔“ فریدی نے کہا اور دیش کو بلا نے کے لئے گھٹتی
بجاتا ہوا بولا۔ ” غالباً آپ نے ابھی دوپھر کا کھانا کھلایا ہو گا۔“

”بھی نہیں شکریہ! میں کھا پکھی ہوں۔“ عالیہ اٹھتی ہوئی بولی۔ ” اچھا تو شام کو کس وقت آپ
کا انتظار کروں۔“

”پانچ بجے۔“

عالیہ چلی گئی اور فریدی حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

” اسے جانتے ہو۔“ اس نے پوچھا۔

حمدی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

” ہاں بھلام تم کیوں نہ جانتے ہو گے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

تحوڑی دیر بعد وہ دونوں خاموشی سے کھانا کھا رہے تھے۔

” یہاں ایک عجیب حدادہ ہو گیا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

حمدی بدستور سر جھکائے کھانے میں مشغول رہا۔

” تم شاید دلچسپی نہیں لے رہے ہو۔“ فریدی پھر بولا۔

حمدی نے نوالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور فریدی کو اس طرح گھورنے لگا جیسے مار بیٹھے گا۔

” کیوں؟“ فریدی پس پڑا۔

” میں اس نے دلچسپی نہیں لے رہا ہوں۔“ حمید دانت پیس کر بولا۔ ” کہ دلچسپی لینے کے
سلسلے میں کافی بدھو بننا پڑتا ہے۔ اگر میں اپنی دلچسپی کا اظہار کروں تو آپ مجھے پیس کر پی لیں۔ آپ
مجھے احمقوں کی طرح ٹھلایا کرتے ہیں۔ کبھی کوئی بات نہیں بتاتے۔ بس دوڑا کجھے۔“

” کھانا کھاؤ۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ” غالباً تمہارا اشارہ اس تجربے کی طرف ہے اب میں
تمہیں اس کے متعلق بتا سکتا ہوں۔ اگر عالیہ نے اس وقت سوٹ والا معاملہ نہ چھیڑا ہوتا تو ابھی نہ
بتاتا کیونکہ ابھی تک وہ تجربہ محض عقلی گذا تھا مگر اب وہ فولاد کی طرح ٹھوس ہے۔“

” یعنی....!“

”ٹھہر دا... تجربے کی بات بعد میں آئے گی۔ پہلے وہ واقع سنو جس کی بناء پر ایک خیال کے تحت مجھے یہ تجربہ کرتا پڑا تھا۔“

فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔ حیدا سے استفہامی نظر وہ سے دیکھ رہا تھا۔

”آج سے ایک ہفتہ قبل کی بات ہے کہ عالیہ کے شکاری کتنے اس کے میگر شاہد کو مار دا لा۔“

”مار دا لा۔“ حید چونکہ کر بولا۔

”ہاں... اور میں اس وقت جب تھوڑی دیر بعد ان کی ملکتی کی رسم ادا کی جانے والی تھی۔“

”اوہ...!“

”اس تقریب کے سلسلے میں عالیہ کے یہاں ایک گارڈن پارٹی دی گئی تھی۔ مہماں نشتوں پر بیٹھے چکے تھے۔ ان میں شاہد بھی تھا، جو تقریباً پندرہ یوم قبل سے عالیہ کے یہاں ٹھہر اہوا تھا۔ عالیہ کو تو تم جانتے ہی ہو کہ اس میں خود نمائی کی عادت ضرورت سے زیادہ ہے۔ پارٹی شروع ہی ہونے چاری تھی کہ عالیہ اپنے بلڈ ہاؤٹ کی زنجیر تھاے ہوئے پائیں باغ میں آئی۔ حالانکہ یہ ایسا موقع نہیں تھا کہ وہ کتابے کر تکلیٰ مگر خود نمائی کی عادت نے اسے اس بھوٹی حرکت پر مجبور کر دیا۔ اس کا بیان ہے کہ کتاب پھین ہی سے اس کے پاس تھا اور بہت سیدھا تھا۔ صرف شکار کے موقع پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ بلڈ ہاؤٹ ہے۔ ورنہ ویسے وہ دیسی کتوں کی طرح ہر ایک کی سیٹی پر دم ہلانے لگتا تھا۔“

فریدی خاموش ہو کر پلیٹ میں رکھے ہوئے مرغ مسلم کی نائگ کاٹنے لگا۔

”پھر...!“

”باغ میں پہنچ کر یہک اس نے بھونکنا شروع کر دیا۔ عالیہ نے لاکھ کوشش کی کہ وہ اسے واپس لے جائے۔ مگر ممکن نہ ہوا۔ وہ تین توکروں نے بھی کوشش کی لیکن لاحاصل۔ کچھ مہماں بھی عالیہ کے گرد آگئے۔ پھر دفتہ اچڑے کا تسمہ ثوٹ پڑا۔ اس نے اس کی گردن پکڑی تھی لوگ دوڑ پڑے مگر اتنی دیر میں اس نے شاہد کا نز خرا دھیڑ دیا تھا اور شاہد زمین پر پڑا ذبح کئے ہوئے مرغ کی طرح رُٹپ رہا تھا۔ ہسپتال پہنچنے سے پہلے ہی وہ مر گیا۔ عالیہ نے اسی وقت جیج جیج کر لوگوں کو تیرنا شروع کیا کہ کسی نے کتنے کا تسمہ بکاث دیا تھا۔ تسمہ نہیں بلکہ اسے چڑے کی ڈور کہنا چاہئے، جو پلیٹ پکلی پیسوں کو بکاث کر بنائی گئی تھی اور جس کا نوٹا امر محال ہے۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے اس

وقت اسے کاٹ دیا تھا جب کتاب شاہد پر جھپٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی دوران میں کسی نے ایک لڑکے کے متعلق شبہ ظاہر کیا۔ عالیہ یہ نہیں بتا سکی کہ شبہ ظاہر کرنے والا کون تھا۔ بہر حال اس لڑکے کی حلاشی لینے پر اس کی جیب سے ایک بڑا سا چاقو برآمد ہوا۔ لڑکا گرفتار کر لیا گیا تھا لیکن وہ برابر تھی کہے جا رہا تھا کہ وہ چاقو اس نے اپنی جیب میں نہیں رکھا تھا اور وہ اس کا تھا۔ کسی نے وہیں اس کی لا علیٰ میں جیب میں ڈال دیا تھا۔ بہر حال لڑکا گرفتار کر لیا گیا۔ جانتے ہو وہ کون تھا۔“

حمد پر کچھ نہ بولا۔

”وہ عالیہ کے عاشقوں میں سے ایک تھا اور عالیہ بھی اُسے بے حد چاہتی ہے۔ اس نے اس کا اعتراف کیا ہے۔“

”جب تو معاملہ صاف ہے۔“ حمید نے کہا۔

”کیا....؟“

”بھی کہ عالیہ اور اس کا عاشق دونوں اس سازش میں شریک ہیں۔“

”چلو خیر میں اسے بھی مانے لیتا ہوں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے نے شاہد ہی پر حملہ کیا اور پھر اسی صورت میں جب کہ وہ شاہد سے کافی مانوس ہو گیا تھا۔ شاہد کے نو کرنے بتایا ہے کہ اکثر شاہد اُسے اپنے ساتھ لے کر تفریج کے لئے باہر جلا کر رہا تھا۔“

فریدی خاموش ہو کر حمید کی طرف جواب طلب نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

”دوسری بات۔“ فریدی چند لمحوں کے بعد بولا۔ ”اگر یہ سازش عالیہ کی تھی تو اس نے اس مخالفی سے اس کا اعتراف کیوں کر لیا کہ وہ شاہد سے بیزار تھی۔ اس کے ساتھ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔“

”تو پھر اس نے انکار نہیں کیوں کر دیا تھا۔“ حمید نے کہا۔

”اس کے والدین کی تھی خواہش تھی۔ اس کا باپ ایک ضدی آدمی ہے اور تم یہ بھی جانتے ہو کہ وہ اپنے والدین کی اکلوتی لڑکی ہے۔ اس کا باپ اکثر کہا کر رہا تھا کہ اگر وہ شاہد کے ساتھ شادی پر رضامند نہ ہو گی تو وہ اسے وراثت سے محروم کر دے گا۔“

”مگر محبت۔“ حمید نے کہا۔

"چھوڑو بھی، تم بھی کہاں کی بات لے بیٹھے۔ رکھن گھر انوں کی جان محفل قسم کی لڑکوں کو تم نہیں جانتے۔ ان کے لئے دولت سے زیادہ اہم اور کوئی چیز نہیں! اس میں شک نہیں کہ وہ اپنے عاشق سعید کے ساتھ شادی کرنا چاہتی تھی۔ مگر میرے خیال میں اس میں بھی ایک طرح کی سودے بازی موجود ہے۔ سعید ایک متوسط گھرانے کا لڑکا ہے اگر اتفاق سے عالیہ کی شادی اس کے ساتھ ہو جائے تو وہ زندگی بھر اس کی دولت کی وجہ سے اس سے مرعوب رہے گا اور اس کی بے راہ روی میں دخل انداز ہو سکے گا۔ تم نے یہاں کی رقص گاہوں میں عالیہ کو بے شمار نوجوانوں کے ساتھ دیکھا ہو گا۔ میں اس کی نظرت سے بخوبی واقف ہوں۔

"تو خود عالیہ نے آپ سے اس کیس کی تفتیش کے لئے کہا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں... خیر تو سنو... عالیہ کا بیان ہے کہ جادٹے سے ایک ہفتہ قبل سے کوئی آدمی روزات رات میں کتے کو نکل کیا کرتا تھا۔ دو ایک بار کتے کے جنم پر معمولی زخم بھی دکھائی دیئے۔"

"تو کیا شاہد ہی...." حمید نے کہا۔

"نہیں...!" فریدی اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "اگر یہ بات ہوتی تو وہ تقریب سے پہلے ہی شاہد کا خاتمہ کر دیتا تھا ایک تقریب سے ایک دن قبل بھی شاہد کتے کو اپنے ساتھ باہر لے گیا تھا۔"

"تو پھر سعید۔"

"بھلا سعید کیے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اگر یہ بات ہوتی تو وہ شاہد کی بجائے سعید پر جھپٹل کی کہہ دے بھی پارٹی میں موجود تھا۔"

"پھر آخر کون۔"

"کوئی ہا معلوم آدمی۔" فریدی بولا۔ "سارے واقعات معلوم کرنے کے بعد ہی سے میں نے تجھ پر شروع کر دیا تھا۔ واضح رہے کہ شاہد ہنسن اس سوٹ کی وجہ سے مارا گیا۔ تقریب سے ایک ہفت ہوشتر اس کے بکس سے غائب ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ تقریب سے ایک دن قبل واپس مل جانے پر اس نے وہی سوٹ پہننا ہو گا کیونکہ وہ اسی موقعے کے لئے سلوبلی گیا تھا۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"عجیب الحق آدمی ہو۔" فریدی آتا کر بولا۔ "جس آدمی نے اسے جیا تھا، وہی اسے راتوں میں پہن کر کتے کو نکل کر تارہ اور پھر تقریب سے ایک دن قبل اس نے اسے دوبارہ بکس میں رکھ

دیا۔ کتاب دوران میں سوت کی بوے واقف ہو چکا تھا۔ لہذا وہ شاہد ہی کو بھک کرنے والا سمجھ بیٹھا۔

”بھک کپڑے کی بو۔“ حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”بات سمجھ میں نہیں آتی۔“

”بھک نہیں مارتا رہا صاحب زادے۔“ فریدی نے کہا۔ ”آج ہی میرا تجوہ بے کمل ہوا ہے۔ میں نے اپنے ایک سوت کا خون یو نہیں نہیں کرایا۔ ایک آدمی میرا سوت پھین کر میرے بلڈ ہاؤٹ کو رات میں بھک کرتا رہا ہے۔ وہی سوت میں نے کپڑے کے مجسے کو پہنایا تھا۔ اگر وہ سوت خود میرے جسم پر ہوتا تو میرا بھی وہی حشر ہوتا جو اس مجسے کا ہوا۔“

”آپ کا....؟“ حمید کے لمحے میں حرمت تھی۔

”بلڈ ہاؤٹ کی ذات ہی ایسی ہے۔ اصل قسم کا بلڈ ہاؤٹ اپنے حملہ آور کو بھی نہیں چھوڑتا۔ چاہے وہ اس کا مالک ہی کیوں نہ ہو! بعض کتوں میں یہ صفت ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک رکھوالي کرنے والے انسینٹین ہی کو لے لو۔ وہ رات کو اپنے مالک کی آہٹ پر بھوکنے لگتا ہے اور اس وقت تک چپ نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اس کا نام لے کر کچھ کہہ نہ دے۔“

فریدی خاموش ہو گیا۔ حمید بھی کچھ سوچ رہا تھا۔

”یہ حرکت گمراہی کے کسی فرد کی ہو سکتی ہے۔“ حمید نے کہا۔

”ممکن ہے! بھی میں نے اس پر غور ہی نہیں کیا؟ بہر حال سازش کا طریقہ دریافت ہو گیا۔“

”میرے خیال سے اس سلسلے میں وہ آدمی کار آمد ثابت ہو گا جس نے سعید پر شبہ ظاہر کیا

تحال۔“ حمید بولا۔

”تمہارا خیال درست ہے۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”لیکن وہ آدمی پارٹی میں موجود نہیں تھا، جو اس کے کو بھک کر رہا تھا۔ ورنہ وہ اس پر بھی حملہ کرتا۔ بہر حال سازش بڑی پر مغز تھی۔ مجرم نے ایک تیر سے دوشکار کئے۔ عالیہ کے ملکیت کا کام تمام ہو گیا اور عاشق جیل پہنچ گیا۔“

”ممکن ہے یہ سعید ہی کی حرکت رہی ہو۔“ فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”کیا یہ ممکن نہیں کہ خود عالیہ ہی ان دونوں سے یچھا چھڑانا چاہتی ہو۔“ حمید نے کہا۔ ”اسی صورت میں سعید کا یہ قوف بن جانا ناممکنات میں سے نہیں۔ وہ اپنی جگہ پر یہ سمجھتا رہا ہو گا کہ عالیہ محض اسی کے لئے شاہد کا خاتمہ کر دینا چاہتی ہے۔“

”ممکن ہے۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”میں نے اس پہلو پر بھی غور کیا ہے! لیکن اس میں

ایک خامی ہے۔ تم عالیے کو اچھی طرح نہیں جانتے۔ وہ بہت ذہین لڑکی ہے۔ اگر اسے سعید کو بھی ختم کرنا ہوتا تو وہ ایسی ایکم تہ سوچتی جس کے تحت سعید قانون کے ٹکنیکوں میں جگلنے کے بعد مارا جاتا۔ ایسی صورت میں حقیقت ظاہر ہو جانے کا خطرہ ہو سکتا ہے۔ اگر اسے سعید کو بھی مارنا ہی ہوتا تو وہ اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کر سکتی تھی۔“

وہ کھانا ختم کر چکے تھے۔ فریدی کر سی کی پشت سے ٹیک لگا کر سگار سلانے لگا۔
”تو ہبھر حال آپ کسی تیرے آدمی کے امکانات پر غور کر رہے ہیں۔“ حمید نیکن سے ہاتھ صاف کرتا ہوا بولا۔

”کافی۔“ فریدی نے قریب کھڑے ہوئے دیش سے کہا۔ پھر حمید کی طرف مخاطب ہوا۔
”ہاں کیا کہا تم نے۔“

حمدی نے اپنا جملہ دھر لیا۔

”میں ہر پہلو سے جائزہ لے رہا ہوں۔ فی الحال قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارا ہی خیال صحیح ہو! عالیہ کی کیا بساط ہے۔ بڑے بڑے مجرم اس قسم کی غلطیاں کر بیٹھتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے اگر کوئی تیرا آدمی مجرم ہے تو اسے یہ پہلے ہی سے معلوم رہا ہو گا کہ عالیہ پارٹی میں کتنے کو بھی لے جائے گی۔ میں نے عالیہ سے اس سکتے پر بھی گفتگو کی تھی کہ وہ خود ہی کتنے کو لے گئی تھی یا کسی نے اس قسم کی تجویز پیش کی تھی۔ اس نے بتایا کہ یہ حرکت کسی کے مشورے کی بناء پر نہیں کی گئی تھی اور دوسری صورت میں وہ اس حرکت کا جواز بھی پیش نہ کر سکی۔“

”کتنے کو تو گولی مار دی گئی ہو گی۔“ حمید نے کہا۔

”مددی جاتی۔ لیکن میں نے ایسا نہیں کرنے دیا۔“ فریدی بولا۔ ”وہ ایک اچھا گواہ ثابت ہو گا۔“
”تو وہ کہاں ہے۔“

”میرے پاس ہے میں کئی دن سے اس کا جائزہ لے رہا ہوں۔ وہ قطعی صحیح الدلیل معلوم ہوتا ہے۔“
”باندھ کر رکھتے ہیں نا؟“ حمید نے گھبراۓ ہوئے لجھ میں پوچھا۔

”مطمئن رہو۔ وہ تمہاری گوارننی نہیں دبوچے گا۔ یہ سعادت تو کسی عورت ہی کے ہاتھ میں آئے گی۔“

اپنے میں کافی آگئی اور فریدی سگار کو اسٹرے میں رکھ کر پیالیوں میں شکر ڈالنے لگا۔
”عالیہ ہے کافی حسین۔“ حمید اپنے پاپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔

”اسی لئے تو میں نے تمہیں بلایا ہے۔“ فریدی نے طوفی بجھ میں کہا۔ ”تم اس کے حسن کی
گہرائیوں میں ڈوب کر ضرور کوئی نہ کوئی کام کی بات نکال لاؤ گے۔ اگر تم نے یہ روپورث بھی دی
کہ حسن دیکھنے کیلئے ہے چھونے کیلئے نہیں تو میں اطمینان سے قبر میں پیر پھیلا کر سو سکوں گا۔“

چڑھڑا میسجر

پانچ بجے شام کو فریدی اور حمید جماں تکریب میں بیٹھ گئے۔ یہ ایک بڑی اور شاندار عمارت تھی۔
پاسیں باش سے گذر کر وہ برآمدے میں آئے جہاں عالیہ ان کا انتظار کر رہی تھی۔

وہ متعدد کروں سے گذرتے ہوئے کھانتے کے کمرے میں آئے جہاں ایک بڑی سی میز پر
ٹھیکنے کا سامان رکھا ہوا تھا۔ قریب ہی ایک کرسی پر ایک اور میز عمر کا آؤں بیٹھا لوٹھ رہا تھا۔ ان کے
قدموں کی آہٹ پر چوک کراس نے آنکھیں کھولیں اور ایک لمحہ تن کر جیسے رہنے کے بعد پھر
کرسی کی پشت سے نک گیا۔ وہ آدم کھلی آنکھوں سے فریدی اور حمید کو دیکھ رہا تھا۔

”میرے چچا! میسجر والوں۔“ عالیہ مسکرا کر بولی۔ ”اور آپ انپکٹر فریدی۔“

بوڑھے نے بیٹھنے ہی بیٹھنے اپنا ہاتھ فریدی کے ہاتھ میں دے دیا۔ مقصد مصافی تھا لیکن اندر از
سے ایسا معلوم ہوا جیسے وہ کوئی چیز فریدی کے ہاتھ میں دے رہا ہو۔ پھر اس کی سرخ سرخ آنکھیں
سرجنٹ حمید کے چہرے پر جم گئیں۔

”سرجنٹ حمید۔“ فریدی بولا۔

بوڑھے نے حمید کی طرف ہاتھ بڑھادیا اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے ہاتھ میں
بیجان گوشت کا ایک لوٹھرا جھوول گیا ہو۔

”میں چائے پی چکا ہوں۔“ فریدی بولا۔

”خیر کوئی بات نہیں۔“ بوڑھا اپنی کرسی میز کے قریب کسکاتا ہوا بولا۔ ”چائے بالکل
مشتعل ہو چکی ہے۔“

اور پھر اس طرح ناشتے میں ڈوب گیا جیسے اس کے علاوہ اور کوئی دوسرا اس کرے میں موجود نہ ہو۔ عالیہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہے تھی۔

”تو کیا آپ واقعی چائے نہ بخیں گے۔“ عالیہ نے تھوڑی دری بعد کہا۔

”قعلی نہیں! آئیے.... ذرا میں شاہد کے نوکر سے ملتا چاہتا ہوں۔“ فریدی بولا۔

بوزھا چائے کا گھونٹ حلق میں اتارتے اتارتے رک کر فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

”اوہو! بھی تک وہی چرخہ چل رہا ہے۔“ بوزھا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

عالیہ کوئی جواب دیئے بغیر دروازے کی طرف بڑھی۔

پھر وہ برآمدے میں آکر بیٹھ گئے۔ عالیہ نے شاہد کے نوکر کو بیلا یا۔

حیدا سے کسی خزانٹ پولیس آفسر کو طرح تیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ قبل اس کے فریدی

کچھ پوچھتا حیدا سے خاطب کر کے بولا۔

”وہ آدمی تمہیں پھر کبھی دکھائی دیا تھا؟“

”کون آدمی۔“ تو کر کے لجھے میں حرمت تھی۔

”وہی ہے تم نے شاہد کا سوت دیا تھا۔“

”میں نے۔“ تو کراچل کر بولا اور پھر اس کی آنکھیں خوفزدہ نظر آنے لگیں۔

فریدی نے حید کو گھور کر دیکھا اور پھر تو کر کی طرف دیکھ کر سکرانے لگا۔

”تم کتنے دنوں سے شاہد کے ساتھ تھے۔“ اس نے پوچھا۔

”تین سال سے۔“

”تم نے سوت غائب ہونے کا تذکرہ پہلے ہی کیون نہیں کیا۔“

”صاحب نے منع کر دیا تھا۔“

”ہوں.... اچھا یہ بتاؤ! کیا وہ پارٹی میں وہی سوت پہن کر گئے تھے۔“

”جی ہاں۔“

”یہاں اس شہر میں ان کے کسی ملنے والے کو جانتے ہو۔“

”جی نہیں۔“

”کبھی کوئی ان سے ملنے کے لئے آتا تھا۔“

”میرے خیال سے تو کوئی بھی نہیں۔“

”تو یہاں اس گھروالوں کے علاوہ ان کے جان پچھان کا کوئی اور نہیں تھا۔“

”یہ کیسے کہہ سکتا ہوں۔ لیکن اتنا جانتا ہوں کہ یہاں کوئی ان سے ملنے کے لئے نہیں آتا تھا۔“

”ہوں۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”تم ابھی تک یہاں کیوں تھہرے ہوئے ہو۔“

”پولیس نے روک رکھا ہے۔“

”میں شاہد کا کرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔“ فریدی عالیہ کی طرف مڑ کر بولا۔

”چلے۔“ عالیہ اٹھتی ہوئی بولی اور حمید اس کے کمر کے بل گھنٹے رکا۔

”لیکن ذرا تھہرے یہ میں کنجی لیتی آؤں۔“ عالیہ نے کہا اور اندر چلی گئی۔

”تم کمرے کے پاس تھہر وہ۔“ فریدی نے نوکر سے کہا۔

اس کے جانے کے بعد وہ حمید سے بولا۔

”یہ کیا حادثت تھی۔ اس قسم کے گھے پٹے سوالات کا طریقہ سول پولیس ہی کے لئے رہنے دوئے“

”آپ کا طریقہ تودینیا سے زلا ہے۔“ حمید منہ بنا کر بولا۔

”پھر وہی بکواس۔ تم اتنا نہیں سوچ سکتے کہ اگر وہ سازش میں شریک ہوتا تو ایک ڈھکی چھپی بات کو کیوں ظاہر کر دیتا۔ ظاہر ہے کہ سوت کھو جانے والے واقعہ کے متعلق شاہد کے بعد اس کے علاوہ گھر کا کوئی اور آدمی نہیں جانتا تھا۔“

حمدید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ عالیہ آگئی۔

پھر وہ شاہد کے کمرے میں آئے۔ نوکر ساتھ تھا۔ اس کمرے میں ایک مسہری اور دو تین کرسیوں اور ایک چھوٹی سی میز کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا۔

”میا کپڑوں کا صندوق اسی کمرے میں تھا۔“ فریدی نے نوکر سے پوچھا۔

”بھی ہاں۔“

”کس جگہ۔“

نوکرنے ایک طرف اشارہ کیا۔ ٹھرڈی ٹھرڈی ریٹک اور ہر دیکھتا رہا پھر ایک دروازے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

”یہ کہہ رکھتا ہے۔“

”پرانی حوصلی میں مگر اور ہر کوئی رہتا نہیں۔“

”لوہ....!“

”لیکن آپ سوت کے متعلق....!“

”یہ ایک اہم بات ہے۔“ فریدی عالیہ کی بات کاٹ کر بولا۔ ”بہت ہی اہم۔“

پھر وہ نوکر کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”تم جاسکتے ہو۔“

نوکر چلا گیا۔

”ہاں مس عالیہ۔“ فریدی سگار لے لگاتا ہوا بولا۔ ”آپ نے بتایا تھا کہ کوئی آپ کے کے کے کو برا توں میں بخ کرتا رہتا تھا۔“

”جی ہاں۔“

”اور آپ نے اس کے متعلق کچھ جانے کی کوشش نہیں کی۔“

”کی تھی۔“ عالیہ بولی۔ ”لیکن کچھ معلوم نہ ہو سکا۔“

”پھر آپ نے کے کے کو دہاں سے ہٹا تو دیا ہی ہو گا۔“

”ہٹائی کہاں سے۔ وہ رات بھر کپڑا وغیرہ میں کھلا رہتا تھا۔“

”اوہ....!“ فریدی کچھ سوچنے لگا۔

”لیکن آپ پارٹی میں کے کے کو لے ہی کیوں گئی تھیں۔“ حمید دفعتاً بولا۔

”اب کیا بتاؤ۔“ عالیہ کے چہرے پر ندامت کے آثار پھیل گئے۔ ”حماقت تھی جو ہو گئی۔“

”خیر...“ حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”کیا وہ ڈور پرانی تھی جس سے آپ نے کے کے کو باندھ رکھا تھا۔“

”جی نہیں خریدنے کے بعد صرف دو تین بار استعمال کی گئی تھی۔“

”اوہ.... تو اس کا مطلب یہ ہے۔“ حمید جملہ پورا نہیں کر پایا تھا کہ فریدی بول پڑا۔

”آپ حادثے سے کتنے دن قبل سے اس ڈور کو استعمال کر رہی تھیں۔“

”hadثے سے قبل زنجیر استعمال کی جاتی تھی.... لیکن....!“

”لیکن کیا....!“

”بات دراصل یہ ہے کہ زنجیر کی ایک کڑی کسی طرح ثوٹ گئی تھی۔“

”اوہ.... لیکن زنجیر کے ٹکڑے نہیں ہوئے تھے؟“ فریدی نے پوچھا۔

"مجی نہیں! لیکن خدا شے تھا کہ وہ نجی سے الگ ہو جائے گی۔"

"وہ ہے کہاں؟ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

تحوڑی دیر بعد فریدی اور حمید برآمدے میں عالیہ کا انتظار کر رہے تھے، جو زنجیر ٹلاش کرنے لگی تھی۔

"اتھی دیر میں تم نے کام کی ایک بات پوچھی تھی۔" فریدی نے حمید سے کہا۔

اور حمید کوئی جواب دیئے بغیر پاپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ عالیہ بھی سارا شہر میں شریک ہے۔" حمید تحوڑی دیر بعد بولا۔

"بس اڑنے لگے۔ میں نے اس نے تمہاری تعریف نہیں کی تھی۔"

"تعریف صرف اس کو زیب دیتی ہے۔" حمید درویشانہ انداز میں آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ "جس نے آپ کو بے جان اور مجھے ذی روح بنایا کہ میری مٹی پلید فرمادی۔"

فریدی ہنسنے لگا۔

تحوڑی دیر بعد عالیہ زنجیر لے کر آگئی۔ فریدی بغور زنجیر کو دیکھ رہا تھا اور اس کے ہو ہٹ اس طرح سٹ گئے تھے جیسے سیٹی بجانے کا ارادہ رکھتا ہو۔ پھر وہ حمید کی طرف مڑا۔

"ذرا یہ کڑی دیکھو۔ اس کا ایک حصہ تیز دھار چیز سے کاٹا گیا ہے۔"

حمد زنجیر کو اپنے ہاتھوں میں لے کر دیکھنے لگا۔

"اس میں شک نہیں۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "اگر کتابوں کر تا تو یہ کڑی الگ ہو جاتی۔"

پھر اس نے نظریں عالیہ کے چہرے پر جمادیں۔

"اگر آپ کتنے کو اسی زنجیر سے باندھا رہے دیتیں اور اسے پارٹی میں نہ لے جاتیں جب بھی کسی نہ کسی وقت شاہد پر حملہ ضرور کر دیتا۔"

عالیہ استغماً آمیز نظروں سے فریدی کی طرف دیکھنے لگی۔

"تو کیا شاہد ہی رات میں کتنے کو عجک کیا کرتے تھے۔" عالیہ نے پوچھا۔

"آپ کافی ذہین ہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "لیکن اگر یہ بات ہوتی تو وہ پہلے ہی شاہد کا خاتمہ کر دیتا۔"

"پھر....!"

"سکوڑیے بھی پھر کبھی بتاؤں گا۔" فریدی بجا ہوا سگار سلاکا تا ہوا بولا۔

"میا آپ کسی طرح یاد کر کے یہ نہیں بتا سکتیں ہیں کہ حادث ہو جانے پر کس نے سعید پر شبہ ظاہر کیا تھا۔"

"میں نے۔" کسی نے پیچھے سے کہا۔

فریدی وغیرہ چونک پڑے۔ عالیہ کا چھپا۔ مجرد اود کمر پر ہاتھ رکھ کر مزرا نہیں گھور رہا تھا۔

"میں نے شبہ ظاہر کیا تھا۔" وہ پھر بولا۔

"میا میں پوچھ سکتا ہوں کہ شے کی کیا وجہ تھی۔" فریدی نے آہتہ سے کہا۔

"وجہ یاد کرنے کے لئے وقت چاہئے۔" مجرد اود خلک لجھے میں بولا۔ "بس مجھے اس پر شبہ

ہو گیا تھا۔"

"لیکن پولیس تو وجہ بھی معلوم کرنا چاہے گی۔"

"جنم میں گئی پولیس۔" مجرد اود دانت پیس کر بولا۔

فریدی مسکراتے لگا جب کی آنکھوں سے شبہ جھانک رہا تھا۔

"اس کے لئے با۔ مدد بیان دیتا پڑے گا۔" حمید منہ سکوڑ کر بولا۔

"اور آپ کو یہ بھی بتانا پڑے گا کہ آپ نے یہ بات ابھی تک کیوں چھپائے رکھی۔"

"میا....؟" مجرد اود گرج کر بولا۔

"کوئی بات نہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "آپ کو کوئی کسی بات پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اگر

آپ نہیں بتانا چاہتے تو یہ بات مجھے تکھی رہے گی۔"

"تم جاسکتی ہو۔" مجرد اود نے عالیہ سے کہا اور وہ کسی قدر چکچاہت کے بعد وہاں سے چلی گئی۔

"ابھر آئیے۔" مجرد اود ایک نیچے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

وہ لوگ نیچے پڑیئے گئے۔

"اس لڑکی نے خاندان کی ناک نالی میں رگڑ دی۔" مجرد اود آہتہ سے بڑا بیلا۔

فریدی اور حمید خاموش رہے۔ فریدی نے اتنی دیر میں اچھی طرح اندازہ لگالیا تھا کہ مجرد

دواud کس قسم کا آدمی ہے۔

"وہ اس آوارہ لوٹنے سے سعید کے ساتھ شادی کرنا چاہتی تھی۔" مجرد اود نے کہا۔

”اُسی حالت میں کشت و خون کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔ پارٹی میں اس کی موجودگی ہی شبہ پیدا کر دینے کے لئے کافی تھی۔ فطرتاً اسے اس موقعے پر بیہاں نہ آنا چاہئے تھا۔ اسے مدعو بھی نہیں کیا گیا تھا۔ سمجھ میں آگئی شے کی وجہ۔“

میجر داؤڈ فریدی کو اس طرح گھورنے لگا جیسے وہ اپنے خیال کی تردید میں کچھ سننا پسند نہیں کرے گا۔

”آپ کا خیال قطعی درست ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”اور پھر اس کے جیب سے چاقو بھی برآمد ہوا۔“ میجر داؤڈ بولا۔

”آپ نے اسے ڈور کا نتے بھی دیکھا تھا؟“

”نہیں۔“ میجر داؤڈ بڑا بولایا۔ ”اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اسے کسی نے ڈور کا نتے نہیں دیکھا تھا اس لئے وہ مجرم نہیں ہے تو یہ آپ کی بھول ہو گی۔ آخر وہ اتنا بڑا چاقو لے کر بیہاں آیا ہی کیوں تھا؟“

”آپ تمیک کہتے ہیں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”یقیناً اس کی نیت میں فتور تھا۔ آپ مجھ سے عمر میں بہت بڑے ہیں اور مجھ سے زیادہ تجربہ کار بھی۔ کتوں کے متعلق آپ یقیناً مجھ سے زیادہ جانتے ہوں گے۔“

”میں اس کا دعویٰ تو نہیں کر سکتا۔“ میجر داؤڈ نے نرم لمحے میں کہا۔ ”ابتنے مجھے بچپن ہی سے کتوں کا شوق تھا۔“

”ہاں تو یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔“ فریدی سوچنے کے انداز میں بولا۔ ”آخر اس نے شاہد پر حملہ کیا تھا جب کہ وہ اس سے کافی منوس تھا۔“

”اوہ۔“ میجر داؤڈ ہنسنے لگا۔ ”یہ تو بہت معمولی سی بات ہے۔ کتوں سے تھوڑی سی دلچسپی بھی رکھنے والا یہ جانتا ہے کہ بلڈ اگ اور بلڈ ہاؤٹ کے مزاج کو سمجھنا بہت مشکل ہے۔ بعض حالات میں یہ اپنے مالک تک کو نہیں چھوڑتے۔“

فریدی نے معنی خیز انداز میں حمید کی طرف دیکھا۔ پھر داؤڈ کی طرف مژکر بولا۔

”آپ نے ایک بہت بڑا مسئلہ حل کر دیا۔ شکریہ! بات دراصل یہ ہے کہ میں اس معاملے کو باعزت طور پر ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ ایک شریف خاندان کی رسوانی ہو۔ میں

در اصل مس عالیہ کو سمجھا جحا کر صحیح راستے پر لانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ اگر وہ اس بات سے انکار کر دیں کہ وہ سعید کو جانتی ہیں تو پھر یہ میرے بائیں ہاتھوں کا کام ہو گا کہ میں سعید اور شاپر کی پرانی دشمنی ثابت کر کے سعید کو پھانسی کے تختے تک پہنچاؤں۔“

میجر داؤڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ فریدی کی بات کا وزن پر نکتے کی کوشش کر رہا ہوں۔

”جودل چاہے کجھے۔“ وہ آہستہ سے بولا۔ ”اب تو خاندان کی عزت خاک میں مل یہ چکی۔“

آسیب زدہ عمارت

میجر داؤڈ تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا خلاء میں گھورتا رہا اور پھر ایک طویل سانس لے کر اٹھتا ہوا بولا۔ ”خیر! اچھا میں عالیہ کو بھیجا ہوں۔“

وہ تھوڑی دور چلنے کے بعد پھر پلانا۔ چند لمحے کھڑا کچھ سوچتا رہا پھر فریدی کو مخاطب کر کے بولا۔ ”مگر وہ کتنا کہاں ہے۔ میں نے سنا ہے کہ کسی احمد پولیس افسر نے اسے اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے۔ آخر سے گولی کیوں نہیں مار دی گئی۔ میں اعلیٰ حکام کو اس کے متعلق لکھوں گا۔“

”وہ کتنا دراصل میرے یہی پاس ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”آپ کے پاس؟ اس عقل مندی کا سبب؟“

”میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ حقیقی پاگل ہے یا نہیں؟“

”بہت خوب۔“ میجر داؤڈ طنزیہ انداز میں بولا۔ ”پھر آپ کس نتیجے پر پہنچے۔“

”قطیعی پاگل ہے۔“ فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ”اور کل یہ اُسے رائل کانٹل کا نشانہ ہا دیا جائے گا۔“

میجر داؤڈ کچھ کہے بغیر دہاں سے چلا گیا۔

”یا خیال ہے۔“ حمید بولا۔

”دچپ آدمی ہے۔“ فریدی نے جیب سے سگار نکالتے ہوئے کہا۔

”میں اس کے متعلق شے میں بتا ہو گیا ہوں۔“

”کیوں؟“

”اس کی گنگلو۔“ حید آہستہ سے بولا۔ ”آخر آپ نے اس سے اتنے سارے جھوٹ کیوں بول ڈالے۔“

”آدمی ضدی اور چڑا ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”اس کی ہاں میں ہاں ملائے بغیر کام نہیں چلے گا۔“

”تو آپ کو اس پر شبہ نہیں ہے۔“

”میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔“ فریدی سگار سلاگاتا ہوا بولا۔

”پھر آپ کیا کہہ سکتے ہیں۔“ حید جھلا کر بولا۔

”یہی کہ فضول بکواس کر کے دماغ خراب مت کرو۔“

حید خاموش ہو گیا۔ آہستہ آہستہ انہی را پھیلتا چاہتا۔ کوئی کی کھڑکیوں اور جالیوں میں روشنی دکھانی دینے لگی تھی۔ فریدی بخی کی پشت سے نکل کر سگار کے بلکے بلکے کش لینے لگا۔
کچھ دیر بعد عالیہ آگئی۔ اس کے انداز سے ندامت ظاہر ہو رہی تھی۔

”محظی افسوس ہے کہ آپ کا سامنا پچا جان سے ہو گیا۔“ عالیہ نے کہا۔

”کیوں.... بھلا اس میں افسوس کی کیا بات ہے۔“ فریدی بولا۔

”بات دراصل یہ ہے کہ ان کا دماغی توازن ثحیک نہیں ہے۔“ عالیہ نے کہا۔ ”اگر ان کی کوئی بات ناگوار گزرنی ہو تو اس کے لئے میں معافی پا جاتی ہوں۔“

”کوئی بات نہیں.... میں سمجھتا ہوں۔“ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ ”برسپل تذکرہ! ذرا یہ تو بتائیے کہ آپ کے پچا کے صاحب زادے کہاں مل سکیں گے۔“

”اوہ.... وہ بیجا رے.... پچا جان لاولہ ہیں۔“

”بڑا افسوس ہوا.... آپ کا پائیں باغ بہت حسین ہے۔ اس کے گرد چہار دیواری بڑے سلیقے سے بنائی گئی ہے۔ یہ اس کا دوسرا اچھاٹک کدم حکمل ہے؟“

”پرانی حوالی میں.... مگر یہ ہمیشہ بند ہی رہتا ہے۔“ عالیہ نے کہا۔

”تو کیا پرانی حوالی بالکل خالی رہتی ہے؟ بیٹھ جائیے! کب تک کھڑی رہئے گا۔“
عالیہ بیٹھ گئی۔

”دہاں کوئی نہیں رہتا۔“ اس نے کہا۔ ”پرانی حوالی دراصل آسیب زدہ ہے۔“

”اوہ....!“ فریدی چوک کر بولا۔ ”لیکن آپ لوگ تو تعلیم یافتے ہیں۔“

”میں بذات خود آسیب میں یقین نہیں رکھتی! مگر دوسرے گھروالے....؟“
”خبر، خیر۔ چیز دلچسپ ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”کیا آپ مجھے پرانی حوصلی کی سیر کرنے کی اجازت دیں گی۔“

”ضرور ضرور! شہر یے میں پڑیو میکس یا پ جلوا کر لاتی ہوں۔“ عالیہ نے اٹھتے ہوئے کہا۔
اس کے جانے کے بعد فریدی حمید سے بولا۔

”میرا خیال ہے کہ مجرم نے اس کام کیلئے پرانی حوصلی ہی کو استعمال کیا تھا۔ کیا خیال ہے؟“
”آپ میرا خیال پوچھ رہے ہیں۔“ حمید اکتا کر بولا۔ ”اور میں سوچ رہا ہوں کہ آخر ان
آسیب زدہ عمارتوں سے کب پچھا چھوٹے گا۔ ہر کیس میں ایک نہ ایک بجوت گھر موجود رہتا ہے۔
واقعی ہم لوگ کسی جا سوی ناول کے سراغ رساں ہو کر رہ گئے ہیں۔“

فریدی نے کوئی جواب نہ دی۔ اس کی نظریں پرانی حوصلی کے سلاخوں دار چھانک پر تھی ہوئی تھیں۔
”اس چھانک کے ذریعے بہت آسانی سے کسی کتے کو ٹک کیا جاسکتا ہے۔“ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔
”مگر عالیہ تو کہتی ہے کہ کتابکھار پر تھا۔ ضروری نہیں کہ وہ اس چھانک کے قریب بھی آتا
رہا ہو۔“ حمید نے کہا۔

”یکن کیا تم گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکلوے پھینک کر اسے چھانک کے قریب نہیں بلا
سکتے۔ میرا خیال ہے کہ مجرم نے یہی طریقہ اختیار کیا ہو گا اور پھر اسے ٹک کرنے کے لئے کوئی
نو کدار چیز استعمال کی ہو گی۔“

”یکن گھر ہی کا کوئی آدمی۔“

”پھر وہی حماقت۔“ فریدی حمید کی بات کاٹ کر بولا۔ ”گھر کا کوئی آدمی ایسا کرنے کے بعد
گھر میں رہے ہی نہیں سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو کتنا سے کب چھوڑتا۔“

”میرا مطلب یہ ہے کہ گھر کا کوئی آدمی سازش میں ضرور شریک رہا ہے۔“
”ممکن ہے۔“ فریدی نے آہستہ سے کہا وہ تھوڑی دیر ٹک سوچتا رہا پھر یک بیک حمید
کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”تم نے شاید ایک بات مدارک نہیں کی۔ شاہم کے کمرے کے اس
دروازے میں اندر کی طرف چھپتی نہیں ہے، جو پرانی حوصلی میں کھلتا ہے، اوہ.... تواب ہمیں یقین
کر لیتا چاہئے کہ پرانی حوصلی ضرور استعمال کی گئی ہے۔“

حمد پچھے کہنے ہی والا تھا کہ عالیہ واپس آگئی۔

”لیپ مغلوب ہے۔“ عالیہ بولی۔ ”لیکن والدہ صاحبہ پرانی حوالی کھولنے کی اجازت نہیں دیتیں۔“
”کیوں....!“

”وہی بھوت توں کا خیال۔“

”اوہ.... لیکن یہ ضروری ہے۔“

”والدہ صاحبہ آپ لوگوں کو منع کرنے کے لئے خود آرہی ہیں۔“

یہ سنتگو ہورہی تھی کہ ایک معمر عورت ان کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

”والدہ صاحبہ۔“ عالیہ آہست سے بولی۔ فریدی قدر سے جھک کر پھر سید حافظرا ہو گیا۔

”اس پکڑ صاحب! کیا حوالی میں جانا ضروری ہے۔“ عالیہ کی ماں نے پوچھا۔

”قطعی ضروری ہے محترمہ۔“ فریدی نے کہا۔ ”آپ مطمئن رہئے۔ کوئی بحوث اور نہیں آسکتا۔“

”یہ بات نہیں۔ میں کئی دن سے کچھ عجیب قسم کی آوازیں سن رہی ہوں۔“

”خوفناک آوازیں۔“ حمید چوک کر بولا۔

”جی ہاں۔ وہ حوالی ہی کی طرف سے آتی معلوم ہوتی ہیں۔“

”کس قسم کی آوازیں۔“ فریدی نے پوچھا۔

”یہ بتاناد شوار ہے۔ میں کس طرح بتاؤں۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ میں نے اس طرح کی آوازیں

پہلے کبھی نہیں سنیں۔“

”کتنے عرصے سے آپ آوازیں سن رہی ہیں؟“ فریدی نے پوچھا۔

”تقریباً چند رہا مایہں یوم سے۔“

”اوہ....!“ فریدی سمجھی خیز نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

”میں تو کہتی ہوں کہ اس معاملے کو طول دینا ہی فضول ہے۔“ عالیہ کی ماں آہست سے

بڑبوائی۔ یہ حرکت سعید کے علاوہ کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔ اس کا بیان قطعی غلط ہے کہ کسی اور

نے وہ چاقو اس کی جیب میں ڈال دیا تھا۔“

”میں خود میںی سمجھتا ہوں۔“ فریدی نے سمجھدی گی سے کہا۔ ”بہر حال میں اپنا اطمینان کرنیتا

چاہتا ہوں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس کے بغیر میری تفتیش نامکمل رہے گی۔“

”مگر عالیہ تو کہتی ہے کہ یہ کیس سرکاری طور پر آپ کو نہیں سونپا گیا بلکہ آپ اس کی درخواست پر اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔“

”اب تو سرکاری ہی طور پر سمجھئے۔“ فریدی نے کہا۔

عورت تھوڑی دیر تک کچھ سوچتی رہی پھر بولی۔ ”میں تو عالیہ سے جگ آگئی ہوں۔ آخر میں اسے شرمندگی اٹھانی پڑے گی جسے یہ فرشتہ سمجھ رہی ہے وہ شیطان سے بھی بدتر ثابت ہو گا۔ خیر مجھے کیا کرتا ہے۔ جہاں اتنی بدنتائی کی ہے وہاں تھوڑی اور سکی۔“

تھوڑی دیر بعد ایک نوکر پہنچ دیکھ لیپ لے کر آیا۔ فریدی نے اس کے ہاتھ سے لیپ لے کر اسے واپس جانے کا اشارہ کیا۔

”تم بھی جاؤ۔“ عالیہ کی ماں عالیہ کی طرف مڑ کر بولی۔

حید نے آگے بڑھ کر پرانی حوالی کا پچاہک کھولا۔ فریدی حید اور عالیہ کی ماں پرانی حوالی کے کپاؤٹ میں داخل ہوئے۔ یہاں بھی کبھی ایک نہ فضا پائیں باغ رہا ہو گا لیکن اب ہر طرف دیر انی نظر آ رہی تھی۔ پائیں باغ کی چہار دیواری کافی بلند تھی۔ فریدی چند لمحے رک کر ادھر اور دیکھتا رہا۔ پھر عالیہ کی ماں کی طرف مڑا۔

”تو کیا آپ اندر چلیں گے۔“ عالیہ کی ماں نے پوچھا۔

”تھی ہاں۔“

وہ کچھ دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ ”تو تمہرے یے.... میں سنجیاں لے آؤں۔“

فریدی اور حید پھر تجارتے گئے۔ فریدی نے اس دوران میں چہار دیواری کے نیچے نیچے پورے پائیں باغ کا پچر لگاؤالا۔

”چہار دیواری کافی اوپنی ہے۔“ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”اور اس پر چاروں طرف شیشے کے مکلوے جلوے ہوئے ہیں لہذا اور ہر سے تو کسی کے آنے کے امکانات نہیں ہیں۔“

حید کچھ نہ بولا۔ اس دیر ان باغ سے گذرنے والی شائیں شائیں کرتی ہوئی ہوا اور نہ اسرار دیر انی نے اس کے ذہن پر ایک بے نام ساخوف مسلط کر دیا تھا۔

فریدی نے بجا ہوا سگار پھینک کر دوسرا سلکایا اور صدر دروازے پر نظریں جھائے ہوئے بلکہ کش لینے لگا۔

تحوڑی دیر بعد عالیہ کی ماں واپس آئی۔ اس کے ساتھ میحر داؤد بھی تھا۔

"آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" وہ جملائے ہوئے لجھ میں بولا۔

"میں نے کہا گئے ہاتھوں تھوڑا طینان اور کرلوں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"کیسا طینان.... کس بات کا طینان۔" میحر داؤد پھر گرد۔

"میحر صاحب یہ نہ بھولئے کہ آپ کا ایک مہمان آپ ہی کے پائیں باغ میں پر اسرار طریقے پر مارا گیا۔"

"پر اسرار طریقے پر۔" میحر داؤد چوک کر بولا۔ "شاید آپ کا دماغ چل گیا ہے۔ وہ ایک پاگل کتے کا شکار ہوا تھا اور جس کی وجہ سے کتے نے حملہ کیا تھا وہ اس وقت جیل میں ہے۔"

"مگر میں تو ایسا نہیں سمجھتا۔" فریدی نے زرم لجھ میں کہا۔

"یعنی....!"

"یعنی یہ کہ وہ کتنا پاگل نہیں ہے۔ اگر دنیا کا کوئی ڈاکٹر اسے پاگل ثابت کر دے تو میں اپنا نام بدلت دوں گا۔"

"سمجھا۔" میحر داؤد سر ہلا کر منی خیز انداز میں بولا۔ "آچھی طرح سمجھ گیا بھلا کوئی کیس ہو جائے اور پوپیس والے رشتہ کا حساب کتاب لگائے بغیر شریفوں کا یقچھا چھوڑ دیں.... ناممکن۔"

فریدی اس ریمارکس پر بھی بدستور مسکرا تارہ با لیکن حید کے نخنے پھر کرنے لگا۔ چہرہ سرخ ہو گیا۔

"آپ کس سے باتیں کر رہے ہیں۔" وہ آگے بڑھ کر لجھ میں بولا۔

فریدی نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی طرف سمجھ لیا۔

"میں ابھی کشنز کو فون کرتا ہوں۔" میحر داؤد نے گذا کر کہا۔

"کشنز نہیں بلکہ وزیر اعظم کو تارде دیجئے۔" حید نے اسی لجھ میں جواب دیا۔

"بھی ان سب باتوں کی کیا ضرورت ہے۔" عالیہ کی ماں گھبرائے ہوئے لجھ میں بولی۔ پھر میحر داؤد کو شانے سے پکڑ کر چھانک کی طرف دھکیلنے لگی۔

"تم جاؤ.... جاؤ بھی.... تمہیں ان سب باتوں سے کیا سروکار۔"

"سر و کار۔" میحر داؤد نے چیخ کر کہا۔ "تم دونوں ماں بھی خاندان کی عزت کا جنازہ نکال دیئے

پر جی گئی ہو۔ میں ان کلکو گدے پوپیس انپکڑوں کے آگے نہیں جھک سکتا۔"

"میا کہا.....!" حمید پھر مجرداً کی طرف جھینٹے ہوئے بولا۔ "جسے تم مکلو گدا کہہ رہے ہو وہ تم جیسوں کو خرید کر مفت پانٹ سکتا ہے۔"

"حمید....!" فریدی نے سخت لبھ میں کہا۔ پھر مجرداً کی طرف جک کر بولا۔ "آپ اس کی باتوں کا ابرانہ مانتے گا.... اس کا خون ذرا اگرم ہے۔"

"آپ کچھ خیال نہ کبھی گا۔" عالیہ کی ماں پر ندامت لبھ میں یوں۔ "بات دراصل یہ ہے کہ....!"

"مجھے معلوم ہے کہ ان کا دماغی توازن ٹھیک نہیں ہے۔" فریدی نے آہتہ سے کہا۔
"بھی ہاں.... بھی ہاں۔"

عالیہ کی ماں نے صدر دروازے کی کنجی فریدی کو دے دی۔ فریدی آگے بڑھ کر تالا کھولنے لگا جو بہت زیادہ زیگ آکو دھما۔

"یہ کب سے نہیں کھولا گیا۔" اس نے مڑ کر پوچھا۔
"چھ یا سات ماہ ہو گئے۔" عالیہ کی ماں نے کہا۔

تحوڑی دیر کی چدو چہد کے بعد تالا کھل گیا۔ دروازہ کھلتے ہی گندی اور بدبو دار ہوا کا جھونکا الٹ پڑا۔ جس میں ابا بیلوں اور چپکا گڑوں کی بیٹت کی بو شامی تھی۔

حمد نے جلدی سے ناک پر رو مال رکھ لیا۔ فریدی لیپ اٹھا کر اندر داخل ہوا۔
پھر وہ ایک راہداری سے گذرتے ہوئے سمجھن میں آئے، جو اوپھی اوپھی دیواروں سے گمراہوا تھا۔ مغرب کی طرف ایک وسیع دالان تھا جس کے اوپنے اوپنے محراب خلک بیلوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔

"مجھے اس حصے میں لے چلے۔" فریدی عالیہ کی ماں کی طرف مڑ کر بولا۔ "جس کا ایک دروازہ شاہد مر جوم کے رہائشی کرے میں کھلتا ہے۔"

عالیہ کی ماں چوکک پڑی۔ وہ تحوڑی دیر تک تحریر آمیز نظروں سے فریدی کی طرف دیکھتی رہی پھر آہتہ سے یوں۔

"چلے۔"

وہ انہیں دالان میں لے آئی اور ایک دروازے کی طرف اشارہ کر کے ایک طرف کمزی

ہو گئی۔ فریدی نے لیپ اوچا کیا۔ دروازے میں ایک زنگ آلو دنالا لٹک رہا تھا۔ فریدی ایک اشول گھسیٹ کر اس پر چڑھ گیا اور لیپ کو تالے کے قریب لے جا کر کچھ دیکھنے لگا۔ دھنلا اس کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی اور وہ نیچے اتر آیا۔

”کیا بات ہے؟“ حمید نے پوچھا۔

”کچھ نہیں۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ اس کی نظر سرعت سے دلان کا جائزہ لے رہا تھا۔ اچانک انہیں اپنی پشت پر قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

”میجر داؤڈ منہ میں ایک بحد اساپاپ دبائے اپنی چھوٹی چھوٹی چکلی آنکھوں سے فریدی کو گھور رہا تھا۔

”کہنے جتاب تنتیش فرمائے۔“ وہ طنزیہ لبھ میں بولا۔

”ارے تم پھر آگئے۔“ عالیہ کی ماں نے گھبرائے ہوئے لبھ میں کہا۔

”خاموش رہو۔“ میجر داؤڈ کے لبھ میں سختی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک فریدی کو گھورتا رہا پھر منہ سے پاپ نکال کر پروردہ انداز میں اس کی طرف بڑھا۔

”تم یقیناً پاگل ہو گئے ہو۔“ اس نے کہا۔

”ہو سکتا ہے۔“ فریدی نے نیک لبھ میں کہا اور لیپ زمین پر رکھ کر رگاڑ لگانے لگا۔

”خدا کے لئے تم چلے جاؤ۔“ عالیہ کی ماں بولی۔

”تیریانہ کہئے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ ”میجر صاحب کی موجودگی ہمارے لئے باعث برکت ہے۔“

”تم مجھے یہ قوف بنا رہے ہو۔“ میجر داؤڈ چھپا۔

”آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے میجر صاحب۔“ فریدی نے سمجھدی گی سے کہا۔ ”واقعی میں آپ کی بہت عزت کرتا ہوں۔“

”آخر تم چاہئے کیا ہو۔“

”اصل مجرم کو گرفتار کرنا۔“

”تو اصلی مجرم یہ ہیں۔“ میجر عالیہ کی ماں کی طرف اشارہ کر کے پاگلوں کی طرح چھپا۔ ”جنہوں نے عالیہ کو لاڑا اور پیار میں خراب کر دیا۔ اصلی مجرم عالیہ کا باپ ہے جس نے عالیہ کی بے راہ روی پر اسے تنبیہ نہ کی۔“

”بکواس بند کرو۔“ عالیہ کی ماں اتنے زور سے چینی کہ اس کی آواز بھر اگئی اور پھر وہ بے تھاشہ چینی ہی رہی، جو کچھ زبان میں آرہا تھا پاگلوں کی طرح بکے جا رہی تھی۔ فریدی نے بدقت تمام اسے خاموش کر لیا۔ میجر داؤد اس طرح مسکرا رہا تھا جیسے اس کی بھادج ابھی تک اس کی شان میں قصیدہ پڑھتی رہی ہو۔

”واقعی یہ مکان آسیب زده معلوم ہوتا ہے۔“ حمید تھوڑی دیر بعد بولا۔

”ہشت....!“ فریدی نے لیپٹھاٹے ہوئے کہا۔ اس کی نظریں سامنے والے زینوں کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔

”یہ زینے۔“ اس نے عالیہ کی ماں سے پوچھا

”اوپری منزل کے ہیں۔“ اس نے ہاتھ ٹکوڑا لجھے میں کہا۔ وہ ابھی تک میجر داؤد کو گھور رہی تھی۔ فریدی زینوں کی طرف بڑھا۔ دوسرے لمحے میں سب اوپری منزل کی طرف جا رہے تھے۔ اوپری منزل پر دو تمن کرے تھے۔ ایک کرے کا دروازہ دوسری طرف بھی تھا، جو کھلا ہوا تھا اور اس دروازے کے سامنے ایک چھوٹا سا چھا تھا۔ جس کے چاروں طرف لوہے کا جنگل لگا ہوا تھا۔ میں چھبے کے نیچے ایک بڑا سا گنجان شاخوں والا درخت تھا۔

فریدی چھبے پر کھڑا ہو کر لیپ کی روشنی میں اوہر اورہ دیکھنے لگا۔

”کیا یہ دروازہ کھلا ہی رہتا ہے۔“ اس نے مرکر پوچھا۔

”اس کے متعلق میں کچھ نہیں بتا سکتی۔“ عالیہ کی ماں نے آکتے ہوئے انداز میں کہا۔ شاید ابھی تک اس کا مودہ ٹھیک نہیں ہوا تھا۔

وھٹا چڑپاہٹ کی آواز سنائی دی اور فریدی ایک چیخ کے ساتھ لیپ سیت نیچے چلا گیا۔ پھر ایک زور دار دھاکہ سنائی دیا۔ ساتھ ہی دوسری طرف میدان میں ایک تیر حرم کی روشنی کا جھماکا سا ہوا۔۔۔ اور پھر۔۔۔ وہی تاریکی اور لا محمد دستا۔۔۔

شاخ میں خنجر

۔۔۔ حمید بے تھاشہ چیخ کر چھبے کی طرف بڑھا اگر پشت سے میجر داؤد کی تاریج کی روشنی اس کی

آنکھیں نہ کھول دیتی تو شاید اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو فریدی کا ہوا کیونکہ چبجے کا ایک بڑا سا پھر نوٹ کر نیچے گرچا تھا اور اب اس کی جگہ ایک بہت بڑی سی خلا تھی۔ ایک بار پھر حمید کے منہ سے چبچیں نکل گئی۔ اس کا دل بڑی شدت سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے پلت کر مجبور داؤد کے ہاتھ سے تارچ چھین لی اور نیچے کی طرف بھاگا۔

مجبور داؤد کی گرجدار آواز تاریک عمارت میں گونج رہی تھی۔ ”ای لے منع کر رہا تھا۔“ حمید گر تا پڑتا بھاگا جا رہا تھا۔ پائیں باخ میں پہنچ کر اس نے ادھر ادھر روشنی ڈالی لیکن یہاں دوسری طرف چپنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔

وہ پھانک سے گذرتا ہوا نئی عمارت کے پائیں باخ میں آیا۔ اب وہ اپنی پوری قوت سے دوڑ رہا تھا۔ راستے میں عالیہ نے اسے روکنا چاہا لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ وہ اس وقت ہوش ہی میں نہیں تھا۔ نئی عمارت کا پچکر لگا کر وہ پرانی حوصلی کی پشت پر پہنچا۔ چبجے کے نیچے ٹوٹا ہوا پتیرہ میکس لیپ پڑا ہوا تھا۔ لیکن فریدی۔ اس کا کہیں پتہ نہ تھا۔ حمید دیوانہوار اس کا نام لے کر چھین لگا۔ مگر جواب ندارد۔ آہستہ آہستہ اس کی چیزوں میں ضبط گریہ کی کپکاپاہٹ بھی شامل ہو گئی، لیکن بے سود۔ پھر وہ پاگلوں کی طرح چاروں طرف دوڑنے لگا۔ اتنے میں مجبور داؤد وغیرہ بھی کئی نوکروں کے ساتھ دہاں پہنچ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں لاٹینیں تھیں۔

بدفت تمام انہوں نے حمید کو روکا۔

”لاش کیا ہوئی۔“ مجبور داؤد پر سکون لجھے میں بولا۔

”لاش....!“ حمید بے اختیار انہ انداز میں اس کا گریبان پکڑ کر چھنا۔ پھر اس نے مجبور داؤد کو دھکا دیا اور چھپے کی طرف الٹ گیا۔

”پتا تو فریدی کہاں ہے۔“ وہ پاگلوں کی طرح چھنگا۔ ”ورنہ میں تمہارا گاہ گھونٹ دوں گا۔“

وفٹا چبجے کے نیچے والے درخت میں کھڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی اور کوئی زمین پر کوڈا۔

لاٹینیں اٹھیں اور حمید نے دھکا دیوں انوں کی طرح قہقہہ لگایا۔

”اوے آپ۔“

”بیہوش ہونے کی ضرورت نہیں۔“ فریدی اس کا شانہ چکتا ہوا بولا۔ اس کی پیشانی سے خون بہ بہ کر چہرے پر پھیل رہا تھا۔

پھر ایک عجیب سی خاموشی طاری ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوا تھا جیسے سب کو سکتہ ہو گیا ہو۔ میجر داؤڈ زمین سے اٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑ رہا تھا اور اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں فریدی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

”دیکھ لیا ضد کا اتجام۔“ وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔

”میں آپ سے استدعا کر دیں گا کہ آپ یہاں سے چلے جائیے۔“ فریدی نے زم لجھے میں کہا۔
 ”میں چلا جاؤں.... کیوں.... یہ میرا مکان ہے.... میری زمین ہے۔“
 ”چلے جاؤ۔“ فتحا فریدی گرج کر بولا۔ ”آپ سب جاسکتے ہیں۔“
 عالیہ اور اس کی ماں میجر داؤڈ کو سمجھا بھاکر دہاں سے لے گئیں۔ فریدی نے ایک نوکر کے ہاتھ سے لائیں لے لی۔

”اور یہ خون۔“ حمید تھوڑی دیر بعد فریدی کی پیشانی کی طرف اشارہ کر کے بولا۔
 ”نی الحال اسے بھول جاؤ۔“ فریدی نے کہا اور حمید کے ہاتھ سے نارچ لے کر درخت کی گنجان شاخوں میں روشنی ڈالتے رکا۔
 نارچ کی روشنی ایک بڑے سے خیز کے گرد اترہ بنا رہی تھی، جو ایک موٹی سی شاخ میں پیوست تھا۔

”خیز۔“ حمید آہستہ سے بڑا بڑا۔

فریدی نے نارچ حمید کے ہاتھ میں دے دی اور خود جوتے اتار کر درخت پر چڑھنے لگا۔ حمید خیز پر روشنی ڈال رہا تھا۔ فریدی نے جیب سے رومال نکال کر خیز پر ڈال دیا اور پھر اسے شاخ سے نکلنے کے بعد رومال میں پیٹ کر جیب میں ڈال لیا۔

درخت سے اتر کر وہ جیجے کے نیچے آیا۔

”لائیں ادھر لاو۔“ اس نے حمید سے کہا۔

”تھوڑی دیر تک وہ جیجے کے نوٹے پھر کو بغور دیکھتا رہا۔ پھر سیدھا کھڑا ہو گیا اور سوچ میں ڈوبی ہوئی آنکھوں سے حمید کی طرف دیکھنے لگا۔

”مجھے زندگی بھرا فسوس رہے گا کہ وہ ہاتھ آکر نکل گیا۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔
 ”گون۔“

" مجرم۔ اسی نے بچھے کا پتھر جس سے توڑا تھا اور پھر اس درخت پر بیٹھا میری موت کا انتظار کرتا رہا تھا۔"

" میں نہیں سمجھتا۔ " حمید نے کہا۔ پھر سوچ کر بولا۔ " میں نے مجرم کے متعلق اپنے شے کا اکٹھا کر کے غلطی نہیں کی تھی۔ "

" میں اب بھی اس کے متعلق وثائق سے نہیں کہہ سکتا۔ " فریدی نے کہا۔ " بظاہر مجرم کی حرکتیں اسی ہیں کہ انہیں کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ "

فریدی لاٹھیں لے کر پھر درخت کے تنے کی طرف آیا۔

" دیکھو یہ جیر کے نشانات۔ " اس نے آہستہ سے کہا اور نشانات دیکھتا ہوا ایک طرف چلنے لگا۔ وفاخاں نے لاٹھیں زمین پر رکھ دی اور کچھ سوچنے لگا۔

" بیسود ہے۔ " اس نے کہا۔ " یہاں زمین کچھ سخت ہے آگے نشانات نہیں مل سکتے۔ " " مگر وہ خبیر۔ "

" مخفہ! " فریدی ایک طرف بڑھتا ہوا بولا۔ لاٹھیں کی روشنی میں حمید نے دیکھا کہ وہ جھک کر کوئی چیز اٹھا رہا ہے۔ یہ ایک لفافہ تھا۔ حمید بے تابانہ انداز میں اس کی طرف بڑھا۔ لفافے پر ہازہ خون کے دھبے تھے، اور اس پر عالیہ کا پتہ لکھا ہوا تھا۔

" اوہ یہ تو میرا ہی خون ہے۔ " فریدی آہستہ سے بڑھ لیا۔

دوسرے لمحے میں وہ لفافے سے کاٹنے کا ایک لکڑا انکال کر لاٹھیں کی روشنی میں پڑھ رہا تھا۔

" عالیہ ڈار انگ!

یہ بہت نہ اہورہا ہے۔ میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ ذرا جرأت سے کام لو۔ اگر تم چاہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ ورنہ میری زندگی محل ہے۔ میں خود کشی کر لوں گایا شاہد کو مار ڈالوں گا۔ خدار اکچھے کرو.... بہت جلد....

تمہارا سعید۔ "

" اوہ....! " حمید چوک کر سیدھا کھڑا ہو گیا اور فریدی لفافے کو والٹ پلت کر دیکھتا رہا۔ " تو شاہد کو مار ڈالنے کی نیت تھی۔ " حمید نے کہا۔

" دیکھو یہ خون بھری الگیوں کے نشانات۔ " فریدی نے لفافوں کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

حید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

”میں نہیں سمجھا کہ آپ کیا سوچ رہے ہیں۔“

”اب معاملہ بالکل صاف ہے۔“ فریدی نے کہا۔ ”بھرم اسی خط کے لئے اس وقت یہاں آیا تھا۔ یعنی خط چرانے کی نیت سے۔ اتفاقاً شاید اُسے یہ معلوم ہو گیا کہ میں یہاں موجود ہوں اور پرانی حوالی دیکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ یہ تو صاف ہے کہ وہ اسی درخت کے ذریعے حوالی میں داخل ہوا کرتا ہے۔ اس نے سوچا کیوں نہ میرا صفائی کر دے۔ لہذا وہ مجھے کا پھر توڑ کر درخت پر اتر گیا اور وہاں چھپا بیٹھا رہا۔ اُسے موقع تھی کہ میں مجھ سے گر کر سیدھا زمین پر پہنچوں گا۔ مگر یہ بھی ایک اتفاق تھا کہ درخت کی ایک شاخ میرے ہاتھ میں آگئی اور اس نے اپنی سکیم ناکام ہوتے دیکھ کر مجھ پر خیبر سے حملہ کر دیا۔ یہاں بھی قدرت مہربان تھی۔ اگر انہیں ہوتا تو شاید تم اس وقت میری لاش دیکھتے۔ اس نے تو اپنی دانت میں کامیابی حاصل کریں گے۔ لہذا فوراً اسی کو دیکھا گا۔ میں دراصل اس وقت نہیں بیہوٹی کی حالت میں تھا۔ ایک تو اپر سے اچانک گرنا اور پیشانی کی چوت! مجھے اسی بات پر حرمت ہے کہ میں اسکی حالت میں اتنی دیر تک شاخوں سے کس طرح پہنچا رہ گیا اور اسے لکھ لو کہ یہ وہی تھا جس نے شاہد کا سوٹ چڑیا تھا۔ میں نے اس تالے کو بغور دیکھا ہے، جو شاہد کے کمرے والے دروازے پر پڑا ہوا ہے۔ وہ زنگ خوردہ ضرور ہے لیکن قریب سے دیکھنے پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی نے مٹی کا تیل ڈال کر اس کے اندر کی صفائی کرنے کی کوشش کی ہے۔“

”مگر یہ خط۔“

”ہاں وہ اسے چرانے کے لئے آیا تھا تاکہ سعید کے خلاف ایک ثبوت اور مہیا ہو سکے! یہ خط اس کے لئے بہت زیادہ کار آمد ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ اس میں سعید نے شاہد کو مار ڈالنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔“

”ہو گا۔“ حید نے کہا۔ ”میں تو ابھی تک اُسی نظریے پر قائم ہوں کہ خود عالیہ ہی نے ان دونوں سے چچھا چھڑانے کے لئے یہ سب کچھ کیا ہے۔ اور اس وقت یہ خط والی چال ان دونوں کے تابوت میں آخری کیل معلوم ہوتی ہے۔“

”بھلا دہ کس طرح؟“

"عالیہ جانتی تھی کہ آپ اس وقت آئیں گے۔ لہذا اس نے پہلے ہی سے ان سب حرکتوں کا انتظام کر لیا تھا۔"

"پھر کہوں گا کہ تم ایک عظیم الشان احمد ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اگر یہی بات ہوتی تو وہ سوٹ غائب ہو جانے والا واقعہ خود نہ بتائی کیونکہ شاہد کے نوکر کا بیان پہلے ہی قلم بند کیا جا پڑتا ہے اور اس میں اس کا تذکرہ نہیں تھا۔"

"چلنے یہ بھی سمجھی۔" حید نے کہا۔ "یہ بتائیے کہ آخر اس کے نوکرنے اتنے دنوں کے بعد یہ بات کیوں ظاہر کی۔"

"میرا خیال ہے کہ یہ شخص اس کی سادہ لوگی اور آقا پرستی کی جلسات کی بنا پر ہو تو اس نے خود سے یہ بات کبھی ظاہر نہ کی ہوگی۔ عموماً قاعدہ ہے کہ لوگ مرنے والوں کی شان میں ان کے بعد بڑے بڑے قصیدے پڑھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کے سامنے اسی قسم کی گفتگو ہو رہی ہو اور اس نے مرنے والے کی وضحداری پر بھی روشنی ڈال دی ہو کہ اس نے شخص اخلاقاً اس بات کا تذکرہ نہیں کیا کہ اس کا سوٹ کسی نے چڑھا لیا تھا.... خیر چھوڑواں بحث کو۔ آؤ چلیں۔"

دونوں پرانی حوالی سے نئی عمارت کی طرف روانہ ہو گئے۔

"وزرا نہ ہریے۔" حید بولا۔ "آخر یہ زخم۔"

فریدی کوئی جواب دیئے بغیر چلا رہا۔ شاید وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ اس کی پیشانی سے ابھی تک خون رس رہا ہے۔ نئی عمارت کے برآمدے میں گھر کے سارے طازم اور دونوں ماں بینی انتہائی سر ایسگی کے عالم میں کھڑی تھیں۔ فریدی کو دیکھتے ہی دونوں م Fletcher بانڈ انداز میں اس کی طرف بڑھیں۔

"عالیہ ڈاکٹر کو فون کرو۔" عالیہ کی ماں نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں۔" فریدی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "زم گمراہ نہیں ہے۔ میں خود نجیک کرلوں گا۔"

"یہ آخر ہوا کیسے۔"

"بادرجے کا پھر نوٹ گیا تھا۔"

"پھر نوٹ گیا تھا۔" بوز حمی متین ہو کر بولی۔

”میں ہاں اور اگر وہ درخت نہ ہوتا تو میں کہیں اور پالیا جاتا۔“ فریدی نے سکرا کر کہا۔

”اچھا تو اندر چلے۔ جلدی سمجھئے۔“ عالیہ گھبرائے ہوئے بجھے میں بولی۔ ”میں آپ کی پیشانی کی ڈرینگ کروں۔“

تحوڑی دیر بعد جب عالیہ حصل خانے میں فریدی کی پیشانی پر پٹی باندھ رہی تھی فریدی نے اس سے پوچھا۔

”سعید کبھی کبھی آپ کو خط لکھتا رہا ہو گا۔“

”اکثر۔“

”اس نے آخری خط آپ کو کب لکھا تھا۔“

عالیہ کچھ سوچنے لگی۔

”اتا تو یاد نہیں۔“ عالیہ کچھ دیر بعد بولی۔ ”ابتدہ اتنا ہتا سکتی ہوں کہ یہ بات دعوت سے پہلے کی ہے۔“

”کیا آپ مجھے وہ خط دے سکتی ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”اوہ...!“ وہ کچھ گھبرای گئی۔ ”بات.... یہ ہے.... بات یہ ہے کہ.... میں نے اسے جلا دیا تھا۔“

”آپ کو اچھی طرح یاد ہے۔“

”میں.... میں ہاں.... اچھی طرح۔“

فریدی نے جیب سے وہ لفافہ نکال کر عالیہ کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ عالیہ پٹی باندھ چکی تھی۔

”یہ کیا۔“ عالیہ بے اختیار اچھل پڑی۔

”اس کے اندر وہ خط موجود ہے۔“ فریدی نے پر سکون بجھے میں کہا۔

عالیہ نے کامنے ہوئے ہاتھ سے خط نکالا اور بے اختیار چیخ پڑی۔

”نہیں! نہیں۔ آپ اس خط سے سعید کو مجرم نہیں ثابت کر سکتے۔“

”کیوں؟“

”اس نے محض دھمکی دی تھی۔ اس نے ایسا نہیں کیا۔ ہرگز نہیں کیا۔“

عالیہ خاموش ہو گئی۔ اس کے چہرے پر اچاک زردی چھا گئی تھی۔

”میں.... میں.... دراصل۔“ وہ تحوک لگتی ہوئی بولی۔ ”میں آپ کو یہ خط نہیں دینا

چاہتی تھی۔"

"خیر....!" فریدی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "آپ نے یہ خطر کھا کیا تھا۔"

"اپنے سونے کے کمرے میں۔"

"کیا اس میں کوئی ایسا دروازہ ہے، جو پرانی حوالی میں کھلا ہے۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں.... کیوں؟" عالیہ چوک کر بولی۔

"یو نہیں میں ذرا وہ کرہ دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"چلئے۔"

عالیہ فریدی کو اپنے سونے کے کمرے میں لے آئی۔ لیکن دروازہ کھولتے ہی وہ چوک کر پہنچے ہٹ گئی۔ پرانی حوالی کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور فرش پر ششیے کے ٹکڑے بکھرے ہوئے تھے۔ کمرے میں تین سوٹ کیس تھے جن کی ساری چیزیں کسی نے فرش پر بکھر دیں تھیں۔ عالیہ تھوڑی دیر تک کمرے کی اہتری کو تحریرانہ انداز میں دیکھتی رہی پھر فریدی کی طرف مڑ کر بولی۔

"تو کیا آپ۔"

"آپ غلط سمجھیں؟" فریدی آگے بڑھ کر بولا۔ وہ تھوڑی دیر تک فرش پر جھکا ہوا کچھ دیکھا رہا پھر انھیں کہا تھا سے بولا۔ "کسی نے دروازے کا شیشہ توڑ کر چھپنی گرائی ہے۔"

"کس نے۔"

"وہی جس نے بارجے کا پتھر توڑ کر مجھے مار دالنے کی کوشش کی تھی۔"

"پتھر توڑ کر... میں کچھ نہیں سمجھی۔"

"وہ اُسی خط کو چڑھانے کے لئے آیا تھا۔ مجھے یہاں دیکھ کر اس نے سوچا کہ کیوں نہ مجھ پر بھی ہاتھ صاف کرتا چلتے۔"

"کون ہو سکتا ہے۔" عالیہ اس طرح بولی میںے خود سے باتیں کر رہی ہو۔

دوسرا حملہ

"یہ تو آپ ہی سوچ کر باتائیے۔" فریدی سگار سکانا ہوا بولا۔ "کسی ایسے آدمی کا نام جو شاہد

اور سعید دونوں کو تاپنڈ کرتا رہا ہو۔“

عالیہ چونک کراؤ سے دیکھنے لگی۔ پھر تمہوزی دیر بعد بولی۔

”شاہد سے تو کوئی یہاں واقف ہی نہیں تھا اور سعید کے جانے والوں کو میں نہیں جانتی۔“

”آپ نے اس دن دعوت میں شرکت کرنے والوں کی لست مجھے دی تھی۔“ فریدی نے کہا۔ ”میا آپ کو یقین ہے کہ وہ بالکل مکمل ہے۔“

”میں ہاں۔“

”ان میں سے کسی پر شبہ ہے آپ کو۔“

عالیہ کچھ سوچنے لگی۔

میرا مطلب یہ ہے کہ آپ کا کوئی پرانا دوست۔“ فریدی چھٹتے ہوئے لجھے میں بولا۔

عالیہ پہلے تو اسے غیر جذباتی طور پر دیکھتی رہی پھر اچانک اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔

”مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ سے مدد لے کر غلطی کی۔“ عالیہ خنک لجھے میں بولی۔

”میا آپ مجھے اپنے خاص دوستوں کے نام اور پتے عنایت کریں گی؟“ فریدی نے اس کی بات کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

”مجھے آپ کی مدد کی ضرورت نہیں۔“ عالیہ نے کہا اور کمرے سے باہر چلی گئی۔

فریدی کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ وہ بھی فوراً اٹھا اور اس کے

پہنچنے پڑے لگا۔

”سخنے تو سکی۔“ فریدی نے برآمدے میں پہنچ کراؤ سے روکا۔

”مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو کچھ نہ بتا سکوں گی۔“ عالیہ نے ترشوفی سے کہا۔ ”میں انہیں اپنا بیان دے سکلی ہوں، جو سرکاری طور پر اس کیس کی تفتیش کر رہے ہیں، لیکن تمہرے!

ابھی تک آپ کو جو تکلیف اٹھائی پڑی ہے اس کا معاوضہ ادا کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

”معاوضہ... شش شش... تو گویا آپ مجھے رشوت دے کر میرا منہ بند کرنا چاہتی ہیں۔“

”رشوت... کیا مطلب۔“

”مطلوب یہ کہ ابھی تک حالات آپ ہی کے خلاف ثابت ہو رہے ہیں۔“

”سمجھی! آپ مجھ پر شبہ کر رہے ہیں۔“ عالیہ چراغ پا ہو کر بولی۔ ”خیر مجھے اس کی پرواہ

نہیں۔" اور پھر عالیہ فریدی اور حمید کو برآمدے میں تھا چھوڑ کر دسری طرف چلی گئی۔
"یہ اچانک کیا ہو گیا۔" حمید متھر انہے لجھے میں بولا۔

"آؤ چلیں۔" فریدی اس کا ہاتھ پکڑ کر انھا ہوا بولا۔

کپڑا نہ سے باہر نکل کر فریدی نے حمید سے کہا۔ "میں پرانی حوصلی کی پشت پر تمہارا انتظار کروں گا۔ تم اس کے کو گھر سے لے آو۔"

"کس کے کو۔" حمید چونکہ کر بولا۔

"عالیہ کا بلڈنڈ ہاؤٹر۔"

"یعنی.... یعنی.... مم....!" حمید ہکایا۔

"جلدی کرو۔"

"کمال کیا آپ نے وہ خونی کرتا۔"

"یاد تم سے تو میں عاجز آگیا ہوں۔ آخر مرے کیوں جاتے ہو۔"

"جتاب والا، میں اس لئے مراجا رہا ہوں کہ کسی پاگل کے کاشکار ہو کر مرنا پسند نہیں کرتا۔"

"بکومت! وہ پاگل نہیں ہے۔"

"آگئی شامت۔"

"جلدی کرو حمید یہ مذاق کا وقت نہیں۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"ٹھیک ہے، ٹھیک ہے۔" حمید پیزاری سے بولا۔ "اپنے حق میں دعائے مغفرت کا وقت ہے۔"

"جاو۔۔۔!" فریدی نے اس کی گردن پکڑ کر اسے کار کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔ "اگر واقع

تمہاری جان نکل رہی ہے تو اپنے ساتھ حامد کو بھی لیتے آتا۔"

حمدی نے جلا کر کار کا دروازہ بند کیا اور انہیں اشارہ کر دیا۔

فریدی تھوڑی دیر تک سڑک کے کنارے کھڑا رہا۔ اس کا ذہن بہت تیزی سے سوچ رہا تھا۔

عالیہ نے اسے جو مہماں کی لست دی تھی اس میں قریب قریب سب ہی نام عمر قم کے لوگوں کے تھے۔ ان میں سے اسے ایک بھی ایسا نظر نہ آیا جسے وہ عالیہ کا پرانا آشنا سمجھ سکتا۔

وہ بجھا ہوا سگار پھینک کر پرانی حوصلی کے عقبی میدان کی طرف مڑ گیا۔ مجرد اُو دی کی نارچ اب

تک اس کے ہاتھ میں دبی ہوئی تھی۔

بارجے کے نیچے والے درخت کے قریب پہنچ کر اچاک اس نے محسوس کیا کہ وہ تاریک میدان میں تھا نہیں ہے۔

ٹھیک بارجے کے نیچے جہاں پھر نوٹ کر گرا تھا ایک تاریک سایہ ہے حس و حرکت کھڑا نظر آیا۔ فریدی نے دوسرے ہی لمحے میں درخت کے موٹے ہٹے کی اوٹ لے لی۔ تھوڑی دیر بعد وہ سایہ بارجے کے نیچے سے ہٹ کر درخت کے نیچے آگیا۔ اب فریدی سے اس کا فاصلہ بہشکل دو گز رہا ہو گا۔ فریدی اس کی تیز تیز سانسوں کو جنوبی سن رہا تھا۔ لیکن تاریکی اتنی گہری تھی کہ وہ اس کے خدو خال نہ دیکھ سکا اور پھر جب وہ میدان سے نئی عمارت کی طرف مڑا تو ایک کار فرائے بھرتی ہوئی اس کے قریب سے نکل گئی۔ کار کی ہیئت لا ٹینس کی روشنی ایک پل کے لئے اس کے پہرے پر پڑی تھی اور فریدی ایک بیک چوک پڑا تھا۔ یہ میجر داؤد تھا۔ فریدی بدستور اپنی جگہ پر کھڑا میجر کے قدموں کی دور ہوتی ہوئی آوازیں سن تارہ۔ تھوڑی دیر تک وہاں یوں نہیں ہے مقصد کھڑے رہنے کے بعد وہ پھر سڑک پر آگیا۔ اس کے ذہن میں بے شمار خیالات آپس میں گذشتہ ہو کر رہ گئے تھے۔ اس کیس کے سلسلے میں ابھی تک جتنے لوگوں کو اس نے قابلِ اعتماد سمجھا تھا وہ سب کے سب اسے مشتبہ معلوم ہو رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد پھر اسے قدموں کی آہیں سنائی دیں۔ غالباً اس بار پھر میجر داؤد ہی پر انی خوبی کے عقبی میدان کی طرف جا رہا تھا۔ مگر اب وہ خالی ہاتھ نہیں تھا۔ ایک ہاتھ میں اس نے چھوٹی سی کداں سنجال رکھی تھی اور دوسرے میں کوئی چیز لٹکائے ہوئے تھا۔

فریدی دبے پاؤں اس کا تعاقب کرنے لگا۔

میجر داؤد میدان کے جنوبی کنارے کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ یہاں سے کچھ دوڑ تک پرانے زمانے کی عمارت کے کھنڈرات پھیلے ہوئے تھے اور پھر جنگلوں کا سلسہ شروع ہو گیا تھا۔ میجر تھوڑی دیر کھڑا دھر دیکھتا ہا پھر کھنڈر میں داخل ہو گیا۔ فریدی دو ختوں کی آڑ لیما ہوا تیزی سے اُدھر چھپا اور جب اس نے ایک گردی ہوئی دیوار کے بلے کے پیچے سے سراہجہار تو میجر داؤد اسے زمین کھو دتا ہوا نظر آیا۔ پھر اس نے کوئی چیز گزھے میں رکھ کر زمین برابر کر دی۔ اس کے چلے جانے کے تقریباً پانچ منٹ بعد فریدی اوٹ سے نکل کر اسی جگہ آیا جہاں میجر نے کوئی چیز دفن کی تھی۔ اس نے مٹی ہٹانی شروع کی اور پھر چند لمحوں کے بعد اس کے ہاتھ میں

ایک تمیلا جھول رہا تھا۔ فریدی جیب سے نارج نکال کر اس کے اندر رکھی ہوئی چیزوں کا جائزہ لینے لگا۔ اس کے ہوتنوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے اس تھیلے کو دوبارہ فن کر کے منی برادر کر دی۔ وہ انٹھ رہا تھا کہ اسے کسی کتے کی آواز سنائی دی۔ جو انتہائی جوش و خروش کے ساتھ بھوک رہا تھا۔ آواز قریب ہی آرہی تھی۔ پھر ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی وزنی چیز گستینی جا رہی ہو۔

فریدی آواز کی طرف دوڑا۔ بارجے کے قریب والے درخت کے نیچے حید عالیہ کے بلند ہاؤٹہ کی زنجیر تھا سے خود ہی اس کے ساتھ گھست رہا تھا۔

کتابوں اصل آزاد ہونے کے لئے زور لگا رہا تھا۔ قبل اس کے کہ فریدی درخت تک پہنچا بلند ہاؤٹہ حید کو درخت سے کافی دور تک گھیٹ لے گیا۔

فریدی نے جھٹ کر زنجیر حید کے ہاتھ سے لے لی۔ کتنے اب اپنی ہی جگہ پر اچھتا کو دنا شروع کر دیا تھا۔

حید نبڑی طرح ہاتپ رہا تھا۔

”یہاں پہنچنے ہی گویا سالے کاماغ خراب ہو گیا۔“ حید اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

آہستہ آہستہ کتاب پر سکون ہوتا گیا لیکن وہ اب بھی بار بار زمین سو گھنہ رہا تھا۔

”دماغ نہیں خراب ہو گیا بلکہ اس وقت یہ تم سے بھی زیادہ عکنڈ ثابت ہو رہا ہے۔“ فریدی نے کہا۔

کتاب تھوڑی دیر تک زمین سو گھنہ رہا پھر یا کیا اس میں پہلا سا جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ فریدی نے زنجیر ڈھملی چھوڑ دی اور کتنے کے ساتھ دوڑنے لگا۔

”ارے.... ارے۔“ حید بوکھلا کر بولا۔

”آؤ.... میرے ساتھ آؤ۔“ فریدی پلٹ کر بولا۔

حید بے بھی سے فریدی کے ساتھ دوڑنے لگا۔

”آخر یہ کیا حماقت ہے۔“

”حماقت۔“ فریدی نے کہا۔ ”برخوردار یہ ہمیں مجرم کے پاس لے جا رہا ہے۔ مجھ پر حملہ کرنے والا وہی تھا جس نے شاہد کا سوت چاکر اس کو تک کیا تھا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ اس

کے پیروں کے نشانات سو گنگہ رہا ہے۔"

کتاب پھر رک کر زمین سو گنگے لگا۔ اس بار اس نے سر اٹھا کر ایک ہلکی سی آواز نکالی اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ دو تین منٹ گزر گئے لیکن کتاب اپنی جگہ سے نہیں بلہ۔

"چھاؤ لااؤ۔" حمید سنجیدگی سے بولا۔

"کیوں؟" فریدی چوک کر بولا۔

" مجرم شاید زمین کے نیچے چلا گیا۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"بکومت۔" فریدی نے زمین پر نارج کی روشنی ڈالتے ہوئے کہا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا تھا اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ آگے بڑھتے بڑھتے یک ایک جگہ جم کیوں جاتا۔"

"تم سے سنجیدگی کی امید فضول ہے۔" فریدی زمین کی طرف جگ کر دیکھتا ہوا بولا۔

وہ تھوڑی دیر تک اسی حالت میں رہا پھر سید حاکمڑا ہو کر زمین پر نارج کی روشنی ڈالتا ہوا ایک طرف چلنے لگا۔

" غالباً اب آپ کسی سرگم کا دہانہ تلاش کر رہے ہیں۔" حمید نے اسے پھر چھیڑا۔ "بات ہے بھی نہیں، جب آپ نے کتنے کی رہبری قبول کر لی تو پھر کسی بات کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔"

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔

حالانکہ حمید نے دیکھ لیا تھا کہ وہ کسی موڑ کے پہلوں کے نشانات پر چل رہا ہے اور یہ بھی سمجھتا تھا کہ جہاں تک مجرم پہل آیا کتنے اس کے پیروں کے نشانات سو گنگہ کران کی رہنمائی کی اور جہاں سے وہ موڑ پر سوار ہوا کتنا بھی بے بس ہو گیا۔ لیکن اسے اس وقت فریدی کو چھیڑنے میں خاص الطف محسوس ہو رہا تھا۔

وہ سخت مٹی کی ہموار سطح والی زمین پر چل رہے تھے۔ پہلوں کے نشانات زیادہ گھرے نہیں تھے۔ لیکن ان کی حالت بتاری تھی کہ وہ زیادہ دیر کے نہیں ہیں۔

"جناب والا۔" حمید نے کہا۔ آخر کہاں تک سرمدی ہے گا۔ میرا خیال ہے کہ ہم کم و بیش میل ڈیرہ میل چل چکے ہیں۔ اگر نشانات کا سلسلہ بر اوز است قیامت سے جملاتو کیا کریں گے۔"

فریدی نے پھر زمین پر نارج کی روشنی ڈالی۔ اچانک شمال کی طرف سے ایک فائر ہوا اور کتاب

اچھل کر دوڑ جاگر۔ فریدی نارج بجا کر تیزی سے زمین پر لیٹ گیا۔ حمید نے بھی اضطراری طور پر اس کی تعقیل کی۔ کتاب میں پر ترپ رہا تھا۔ اندھیرے میں اس کے وزنی جسم کی پھر پھر اہست صاف سنائی دے رہی تھی مگر اس کے منہ سے کسی قسم کی آواز نہیں نکل رہی تھی۔ ایک فائر اور ہوا، پھر تھوڑی دیر بعد حمید نے کچھ دور پر کسی کے تیز قدموں کی آواز سنی، جو بہت سرعت کے ساتھ دور ہوتی جا رہی تھی۔ شاید کوئی دوڑ رہا تھا۔

"فریدی صاحب۔" حمید نے کچھ دیر بعد آہستہ سے پکارا۔ مگر جواب ندارد۔ اس نے پھر پکارا اور پھر بتر تھا اس کی آواز تیز ہوتی گئی۔ پھر وہ بے تابانہ انداز میں کھڑا ہو کر چاروں طرف دوڑنے لگا۔ فریدی کا کہیں کہیں پہنچتا تھا۔

حمدیکی پر بیٹھنی بڑھ گئی لیکن پھر یہ سوچ کر اطمینان سا ہو گیا کہ اگر دوسری گولی فریدی کے گلی ہوتی تو وہ بھی یہیں کہیں ہوتا۔

حمدیکی اسی سمت دوڑنے لگا جدھر اس نے قدموں کی آوازیں سنی تھیں۔ وہ نہ جانے کب تک دوڑتا رہا پھر اچانک اسے اپنی حساست کا احساس ہوا اور وہ رک گیا۔ بھلا اس طرح بے مقصد دوڑتے رہنے سے کیا فائدہ؟

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ وہ ایک جگہ بیٹھ کر اپنی سانسیں درست ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

صرف ایک دن کے اندر ہی اندر اتنے واقعات پیش آئے تھے کہ حالات کا اندازہ لگانا دشوار ہو گیا تھا۔ اس کیس میں بہتیرے ایسے لکھتے تھے جن پر بحث کرنے کا موقع ہی نہ ملا تھا اور اس میں سب سے زیادہ اہم لکھتے خود مقتول شاہد کی شخصیت تھی۔ وہ کون تھا؟ کہاں سے آپکا تھا؟ اور اس کے اعزہ کیسے تھے جن کے کان پر جوں تک نہ رینگی؟

دوسری بات یہ کہ اچانک عالیہ اور فریدی میں شکر رنجی کیوں ہو گئی تھی؟ اس نے اس کی مدد لینے سے انکار کیوں کر دیا تھا؟ یہ چیزیں بھی اپنی جگہ پر انہائی پر اسرار اور قابل غور تھیں کیونکہ خود فریدی کے ساتھ کئی بار ایسا ہو چکا تھا کہ اکثر قاتمکوں نے مظلوم بن کر محض اس لئے کہ اس سے مدد طلب کی تھی وہ ان پر شبہ نہ کر سکے؟ تو کیا عالیہ بھی اسی قسم کا رسول انجام دے رہی ہے؟ حمید نے عالیہ کے متعلق پہلے ہی یہ بات سوچی تھی لیکن فریدی نے اس پر دھیان نہیں دیا

تحا اور اب آہستہ آہستہ حید کا یہ خیال پختہ ہوتا جا رہا تھا کہ جہاں گیر پیلس کا کوئی فرد شاہد کا قاع
ہے۔ ہو سکتا ہے کہ مجہر داؤد عالیہ اور اس کی ماں تینوں اس سازش میں برابر کے شریک ہوں اور
تیچارے سعید کو قربانی کا بکرا بنا لیا گیا ہو۔

حید سوچنے لگا کہ یہ بات ناممکن نہیں ہے۔ عالیہ جیسی فطرت رکھنے والی لڑکیاں عاش
بدلنے میں یہ طولی رکھتی ہیں۔ ان کی جنسیت کی سیماں کیفیت کسی سے چیچا چجزانے کے لئے انہیں
قلل تک پر آمادہ کر سکتی ہے۔

وہ اسے آج سے نہیں برسوں سے جانتا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ اس نے اس دوران میں
متعدد نوجوانوں سے رشتہ جوڑا تھا اور پھر انہیں اس طرح بھول گئی تھی جیسے کبھی کی جان پچھاں ہی
نہ ہو۔ ایک زمانے میں خود حید نے بھی اس کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تھی لیکن کوئی لفٹ نہ
ملئے پر ٹال گیا تھا۔ نمیک ہے اس نے سوچا، اسے جہاں گیر پیلس ہی کی طرف چلتا چاہئے۔

اسے مجہر داؤد سے تو خاص طور پر ضد ہو گئی تھی۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اسے ضرور
محک کرے گا۔ اس کا غرور کا نئے کی طرح حید کے دل میں کھلک رہا تھا۔

وہ اٹھ کر آبادی کی طرف چل پڑا۔ آبادی میں پہنچ کر روشنی میں اس نے اپنے کپڑوں پر جھی
ہوئی گرد جھاڑی۔ ایک ریستوران کے غسل خانے میں بال درست کئے اور جیکسی میں پہنچ کر
جہاں گیر پیلس کی طرف روانہ ہو گیا کیونکہ اسی کے قریب اس نے فریدی کی کار چھوڑی تھی۔ وہ
ابھی تک فریدی کے متعلق سوچ رہا تھا۔

نئی مصیبت

گیارہ نجح پکے تھے۔ لیکن جہاں گیر پیلس کے برآمدے میں ابھی تک روشنی ہو رہی تھی اور
لوگوں کے گفتگو کرنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ حید درانہ اندر گھستا چلا گیا۔ لیکن برآمدے میں
پہنچ کر یک بیک چوک سا پڑا۔ عالیہ جس آدمی سے باتمیں کر رہی تھی حید اسے پہلی ہی نظر میں
پچھاں گیا تھا۔ یہ وہی نہ اسرار آدمی تھا جس سے آج صبح اس کی ملاقات تین میں باقاعدہ تھی اور پھر
اس نے اسے فریدی سے بے سر و پا گفتگو کرتے ساتھا۔ فریدی نے اس کا بارہ کروہ حید سے چھیڑا۔

لیکن وہ محض اپنی آکتاہست کی وجہ سے اُس کے متعلق پوری معلومات حاصل نہ کر سکا تھا۔

حید تو یہ توقع لے کر آیا تھا کہ عالیہ اس سے سیدھے منہ بات بھی نہ کرے گی اور اُسے اپنی آفیسرانہ شان کو کام میں لانا پڑے گا۔ لیکن اس کا خیال غلط تھا۔ عالیہ اُسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی اور حید کو اُس کے خوش اخلاقانہ انداز سے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اس کے گھر کسی تقریب میں شرکت کرنے کی غرض سے آیا ہو۔

”تشریف رکھئے۔“ وہ مسکرا کر بولی۔

ابھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حید کی طرف دیکھ رہا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ وہ آپ ہی تھے۔“ ابھی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”کون...!“ حید چوکٹ پڑا۔

”آپ ہی نے تو مجھے ٹرین پر بیو قوف بنا لایا تھا۔“ اس نے جسمی ہوئی مسکراہست کے ساتھ کہا۔

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”اتنی جلدی بھول گئے۔ آج ہی کی توبات ہے۔“

”شاید آپ کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔“ حید نے سنجیدگی سے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ میں اس

سے قبل آپ سے کبھی نہیں ملا۔“

”اگر آپ اس وقت بھی مجھے بیو قوف نہیں بنارہے ہیں تو مجھے حرمت سے بیو ش ہو جانا چاہئے۔“

”میں خود بھی یہی سوچ رہا ہوں جب کہ میں نے اس سے پہلے آپ کو کہیں دیکھا بھی نہیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ عالیہ نے کہا۔ ”آپ کا تعلق محلہ سراغِ رسانی سے ہے اور آپ شاہدِ مرحوم کے کیس کی تفتیش کر رہے ہیں۔“

”اوہ...! ہو سکتا ہے۔“ ابھی نے کہا۔ ”یا تو میں خواب دیکھ رہا ہوں یا پھر...؟...؟“

”میں ایک ضروری بات دریافت کرنے کے لئے آپ کے پاس آیا تھا۔“ حید نے اس کی بات پر دھیان دیئے بغیر عالیہ سے کہا۔

”فرمائیے۔“

حید کا توقف دیکھ کر ابھی انھا۔

”اچھا تو میں عالیہ اب میں چلوں گا۔“ اس نے کہا۔ لیکن وہ اب بھی بار بار حید کی طرف

دیکھ رہا تھا۔

اسکے پلے جانے کے بعد حمید سوپنے لگا کہ وہ عالیہ سے کیا پوچھے! دفعتاً ایک بات سوچ دیکھی۔

”میں انہیں حضرت کے متعلق پوچھنے آیا تھا۔“

”میں....؟“ عالیہ چونک کربولی۔

”یہ کون ہیں اور ان کا کیا نام ہے۔“

”عیم الرشید.... جنوبی افریقہ کے ایک ہندوستانی تاجر ہیں.... اور والد صاحب کی تجارت کے ایک حصے دار۔“

”یہاں کب سے مقیم ہیں۔“

”یہ تو مجھے نہیں معلوم۔ لیکن یہاں کے کچھ تاجر ووں سے حساب فہمی کے لئے آئے ہیں۔“

”اوہ....!“ حمید کچھ سوچتا ہوا ابو لا۔ ”لیا اس دن تقریب میں یہ بھی شریک تھے۔“

”مجی ہاں۔“

”مگر ان کا نام تو مہماںوں کی فہرست میں نہیں ہے۔“

”ہو سکتا ہے۔“ عالیہ لاپرواٹی سے بولی۔ ”لیکن یہ کوئی خاص بات نہیں۔ ممکن ہے دو ایک

نام رہ بھی گئے ہوں۔ اس وقت بھلا اس کا ہوش کے رہا ہو گا کہ کون آیا اور کون گیا۔“

”نمیک ہے....“ حمید نے کہا۔ ”میں نے یو نہیں پوچھا تھا۔“

”تو کیا یہ حق ہے کہ آج آپ نے انہیں ٹرین میں پریشان کیا تھا۔“ عالیہ نے پوچھا۔

”نہیں، انہیں یقیناً غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں تو ایک عرصے سے شہر ہی میں مقیم ہوں۔“

”تموزی دیر تک خاموشی رہتی، پھر عالیہ بولی۔“

”اس وقت دراصل مجھے غصہ آگیا تھا۔ بات بھی اُنکی ہی تھی۔ فریدی صاحب کا لہجہ بھی

”بہت ناگوار گزرا تھا۔“

”کیا بات ہوتی تھی۔“

”اب کیا بتاؤں، یہ تو آپ جانتے ہیں کہ میں بہت سو شل ہوں۔ ہر ایک سے آزادانہ ملتی

ہوں۔ فریدی صاحب نے اس پر طفر کیا تھا۔ میں انہیں کافی آزاد خیال اور الٹرا موڈرن بھجتی تھی۔“

”اوہ مجھے افسوس ہے۔“ حمید نے کہا۔ ”آپ نہ رانے مانے گا۔ بعض اوقات وہ خیالات میں اس

طریق ڈوب جاتے ہیں کہ انہیں اس کا بھی احساس نہیں ہوتا کہ وہ زبان سے کیا کہہ رہے ہیں۔ ”
”خیر بہر حال.... مجھے اپنے روئے پر افسوس ہے۔“ عالیہ نے کہا۔

”اب اسی سے ان کی نیک دلی کا اندازہ لگا لجھے کہ انہوں نے آپ کی تعلیم کا نہ اٹھایا۔“
”فریدی صاحب ہیں کہاں۔“ عالیہ نے پوچھا۔

”شاید اس باران کے گولی لگی ہے۔“

”کیا مطلب....؟“ عالیہ تقریباً اچھل کر بولی۔

”کسی نے ان پر گولی چلائی تھی۔ اس کے بعد سے مجھے پڑے نہیں کہ وہ کہاں گئے۔“ حمید نے کہا۔
وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ عالیہ کو سب کچھ بتا کر اس پر اس کا رد عمل دیکھے کیونکہ وہ بھی اس
کی مشتبہ آدمیوں کی لست میں شامل تھی۔

اس نے فریدی کے چھبھے سے گرنے کے بعد کے واقعات دھرا دیئے۔

”اوہ میرے خدا....؟“ عالیہ تقریباً حیچ کر بولی۔

اس کا چھروہ زرد پر گیا تھا اور آنکھیں خوفزدہ نظر آنے لگی تھیں۔ وہ چند لمحے خاموشی سے حمید
کی طرف دیکھتی رہی پھر خلک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولی۔

”تو گویا ان پر دوسرا حملہ تھا۔“

”ہمیں سمجھنا چاہئے۔“ حمید نے کہا۔

”اور آپ یہاں اطمینان سے بیٹھنے باتیں بنارہے ہیں۔“ عالیہ اٹھتی ہوئی بولی۔

”پھر آپ کی دانست میں کیا ہونا چاہئے؟“ حمید نے پہر سکون لجھے میں پوچھا۔

”یہ آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں۔“ عالیہ جھنجھلا کر بولی۔

”بیٹھنے بیٹھنے۔“ حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”فریدی کو کرانے کے آدمی نہیں مار سکتے۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔“

”اوہ چھوڑیے بھی۔“ حمید مسکرا کر بولا۔ ”آپ کی انگوٹھی بہت خوبصورت ہے۔ ویسے یہ
کسی اور کے ہاتھ میں چھپی بھی نہ لگتی۔“

عالیہ حیرت آمیز نظروں سے اُسے گھوڑنے لگی۔

”میں نہیں سمجھ سکتی کہ آپ کی ننگلو کا مقصد کیا ہے۔“

"قطعی بے مقصد۔" حمید کراکر بولا۔ "بپس اوقات بے مقصد ہی لٹکو کرنے کو دل چاہتا ہے۔"

"تو پھر اس کا مقصد یہ ہے کہ فریدی صاحب پیریت تمام گھر جانی گئے ہیں۔"

"اور آپ کو اس پر حیرت ہے۔" حمید نے جلدی سے پوچھا۔

"جی..... جی نہیں۔" عالیہ گز بڑا کر بولی۔ پھر وہ حمید کو عجیب نظر دی سے دیکھنے لگی۔ حمید

بغور اس کی بدلتی ہوئی حالت کا جائزہ لے رہا تھا۔

"آپ آخر چاہتے کیا ہیں۔" وہ تھوڑی دیر بعد پھر بولی۔

"کوئی خاص بات نہیں۔ میں آپ کو صرف یہ اطلاع دیتے آیا تھا کہ فریدی صاحب پر آپ یہ کے گھر سے جلتے شروع ہوئے ہیں۔"

"تو پھر؟ کیا ہم لوگ اس کے ذمہ دار ہیں۔" عالیہ گز بڑا کر بولی۔

"دیکھنے والات بالکل صاف ہے۔ شاہد کہاں مارا گیا؟ آپ کے گھر پر۔ کسی نے اس کا سوٹ بھی چڑایا تھا۔ فریدی صاحب کو بھی یہیں قتل کرنے کی خوشی کی گئی۔ پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ آخر میجر صاحب وغیرہ فریدی صاحب کو پہلی خوبی میں جانے سے کیوں روک رہے تھے۔ خوبی کی عجیب و غریب آوازوں کا قصہ بھی کم رکھ پ نہیں ہے۔ لیکن بہوت پریت وغیرہ کے متعلق میں نے کبھی یہ نہیں سنائے انہوں نے کسی پر چاقو سے حملہ کیا ہو یا کوئی چلائی ہو۔ آپ کا فکاری کتاب جس فکار کی تلاش میں مارا گیا وہ بہوت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بہوت اپنے قدموں کے نشانات نہیں چھوڑتے۔"

"تو یہ کہنے کہ آپ لوگ گھری کے کسی فرد پر شبہ کر رہے ہیں۔" عالیہ نے پوچھا۔

"میرا ہر گز یہ مطلب نہیں۔" حمید نے پاپی میں تمباکو بھرتے ہوئے کہا۔

"میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ آپ لوگ بھی ہوشیاری سے رہے گا۔ کوئی آپ کے خاندان سے دشمنی پر کربت نظر آ رہا ہے۔"

"اوہ..... اس کی تکریہ کریں۔" عالیہ طنزیہ انداز میں بولی۔

تحوڑی دیر تکمیل چیند خاموش رہا۔ پھر انتحتا ہوا بولا۔

"خیر میرا جو فرض یچاہیں نے ادا کر دیا۔"

جیسے ہی اس نے برآمدے سے قدم نکالا عالیہ نے کسی نوکر سے برآمدے کی روشنی گل

کر دینے کے لئے کہا اور پھر لان پر بھی اندر چرا چھا گیا۔

حید اندر چیرے میں آنکھیں چھاڑ چھاڑ کر دیکھتا ہوا پائیں باع کے چھانک تک آیا۔ آج آسمان بھی سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس لئے تاریکی بڑھ گئی تھی۔

بھیسے ہی حید چھانک سے لٹا کسی نے اس کی داہمی کشٹی پر ایک زوردار گھونسہ رسید کیا۔ حید اس غیر متوقع حملے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اس لئے توازن برقرار رکھنا اس کے لئے دشوار ہو گیا اور وہ لہر اکر زمین پر آ رہا۔

تحوڑی دیر بعد جب اسے ہوش آیا تو اس نے محسوس کیا کہ وہ کسی کار کی پچھلی سیٹ پر اس طرح پڑا ہوا ہے کہ اس کے ہاتھ اور پیر ایک ساتھ ملا کر باندھ دیے گئے ہیں۔ کار چل رہی تھی، اس نے بیتھری کوشش کی کہ کار چلانے والے کا چہرہ دیکھے کے لیکن ممکن نہ ہوا۔ اس کے ہاتھ اور پیر چھٹ کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔ تحوڑی دیر بعد اسے اپنی بیست کذائی پر بھی آنے لگی۔ بلاست ٹلریف تھا جس نے اس طرح باندھ کر ڈال دیا تھا۔

کچھ دیر تک اسی حالت میں رہنے کے بعد حید کو ایسا محسوس ہونے لگا جیسے اس کے ہاتھ اور پیر ثوٹ کر رہ جائیں گے۔ درود لمحہ بہ لمحہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ آخر کار ایک جگہ رکی۔ کار چلانے والا اتر گیا۔ پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد دو آدمی آئے اور انہوں نے اسی حالت میں حید کو اٹھا کر ایک طرف چلانا شروع کیا۔ ایک نے اس طرح پکڑ رکھا تھا کہ اس کا ایک ہاتھ اس کی آنکھوں پر تھا۔ اس لئے حید راہ کا بھی اندازہ نہ لگا سکا۔ دھنٹا حید نے عجیب قسم کی بو محسوس کی۔ حد درجہ ہاخوٹگوار۔ اگر اس کے ہاتھ آزاد ہوتے تو وہ بے اختیار اپنی ٹاک بند کر لیتا۔۔۔ تو کیا وہ اسے کسی مردہ خانے میں لے جا رہے تھے۔ دھنٹا حید کا ذہن جاگ اٹھا اور اس نے محسوس کیا کہ وہ حقیقتاً کسی سڑے ہوئے مردہ جسم ہی کی بو تھی۔

کچھ دور چلنے کے بعد ہوا کے جھوٹکے پھر پاک و صاف محسوس ہونے لگے۔

”اب مجھے ڈال کر تم بھی ستالو۔“ حید نے جی کڑا کر کے کہا۔ ”ہے نہے.... کس نمری طرح بانپ رہے ہو.... چہ چہ۔“

”چپ رہو سالے۔“ ایک آدمی گرج کر بولا۔

”یار ایسے وقت میں تو مجھے گالیاں نہ دو جب کہ میں مر نے جا رہا ہوں۔“ حید فس کر بولا۔

"تم کیا جانو کہ تم مرنے جا رہے ہو۔" اس کے لمحے میں حیرت تھی۔

"میں جانتا ہوں کہ تم مجھے ندی میں پھینکو گے۔"

"کوہ تو کیا تمہیں دکھائی دے رہا ہے۔" اس بارہہ بولا جس نے حمید کی آنکھیں ڈھانپ رکھی تھیں۔

"اس وقت من کی آنکھیں کھل گئی ہیں بابا۔" حمید نے شیشہ درویشانہ انداز میں کھل دی۔

"اچھا بس خاموش رہو۔"

"کیوں بگزتے ہو یار۔" حمید مکر اکر بولا۔ "میں شانکہ چند لمحوں کا مہمان ہوں۔ میری ولی خواہش ہے کہ مرنے سے پہلے تمہیں کتنی گر کی باتیں بتاؤں۔"

"بکواس بند کرو۔"

"اچھا بیٹا بند کر دی بکواس۔" حمید نے جھنجلا کر کھل دی۔

حمد کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ کافی اور سلزاں کی بساندھ تاریخ تھی کہ دریا نزدیک ہی ہے۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر انہوں نے اسی حالت میں پھینکا تو ذوب جانا چاہیے ہے۔ انہوں نے اسے اپنے کانہ لمحوں پر لاد رکھا تھا اور اس کے ہاتھ اور پاؤں اب بھی اوپر کی طرف اٹھے ہوئے تھے۔

وھٹا حمید کو ایسا محسوس ہوا کہ اگر وہ تھوڑی سی جدو ججد کرے تو اس کا دہنا ہاتھ آزاد ہو سکتا ہے۔ اتنی مسافت طے کرنے کے دوران میں اس کی بندش کچھ ڈھملی پڑ گئی تھی۔ بات یہ تھی کہ ہاتھوں اور پیروں کے لئے ایک ہی رسی استعمال کی گئی تھی اور انہیں ایک ساتھ ملا کر باندھا گیا تھا۔ باندھنے والے کا مقصد شخص حمید کو اذیت دینا تھا۔ لیکن اُس نے اس معاملے میں خلندی سے کام نہیں لیا تھا۔

حمد نے اپنے دہنے ہاتھ کو جبکش دی اور اسے اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا۔

"سنوبیٹو۔" وہ آہستہ سے بولا۔ "مرنے سے پہلے تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ سب کچھ کرنا مگر شادی کبھی نہ کرنا۔"

"اچھا اچھا بابا جان۔" ایک جھلا کر بولا۔ "اب چپ بھی رہو ورنہ ہڈیاں سرمد کر دوں گا۔"

"اور اگر تم نے میری نصیحت نہ مانی تو تمہیں بھلتنا پڑے گا۔ یاد رہا تھا ڈھیلا کر دو، تم تو میری آنکھیں پھاڑے ڈال رہے ہو۔"

”لے بیٹا تو بھی کیا یاد کرے گا۔“ دوسرے نے کہہ کر اس کی آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹالیا۔
 ”میری..... کیا تم لوگ مجھے جانتے ہو۔“
 ”نہیں۔“

”مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔“
 ”بکومت۔“ پہلا گرج کر بولا۔

اس دوران میں حمید کا دہنا ہاتھ آزاد ہو چکا تھا۔ پھر اس کے بعد پوری رسی کھول ڈالنے میں کوئی دشواری نہ رہ گئی۔ حمید نے رسی کھول کر اپنے پیٹ پر رکھ لی اور بدستور ہاتھ اور پیر اٹھائے رہا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ لوگ اُسے دریا میں پھینکیں گے لیکن جب وہ دریا والا راستہ چھوڑ کر دوسری طرف مڑے تو اسے اطمینان ہو گیا۔ اب وہ ایک کافی چوڑی پگڑی ٹھی پر چل رہے تھے جس کی دونوں طرف چھیول کی گھنی جہازیاں تھیں۔

”ستودوستو۔ میں ذرا پیشاب کرنا چاہتا ہوں۔“ حمید نے کہا۔
 ”چپ رہو۔“

”خیر میں تمہارے اوپر ہی کروں گا۔ مزنا تو ہے ہی۔“
 ”جچ مار ڈالوں گا۔“ پہلا گرج کر بولا۔

”اچھا تو بچو۔“ حمید نے اس طرح کہا جیسے جچ دہاپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے چاہا ہو۔
 دونوں نے اسے جلدی سے زمین پر ڈال دیا۔
 دوسرے لمحے میں حمید اچل کر جہازیوں کے اندر گھس چکا تھا۔
 دونوں چیختے ہوئے اس کے پیچے دوڑے۔ حمید قطعی نہتا تھا اس لئے اس نے ٹھہر کر ان سے دو دو ہاتھ کرنے کا رادہ ملتوي کر دیا۔ وہ پوری قوت سے جہازیوں میں دوڑ رہا تھا۔

مجرم کون؟

چھوڑی دیر بعد حمید کو خیال آیا کہ وہ غلطی کر رہا ہے۔ اگر وہ اسی طرح دوڑتا رہا تو تعاقب کرنے والے زندگی بھر پیچانہ چھوڑیں گے۔ وہ ان کے قدموں کی آوازیں صاف سن رہا تھا۔ وہ

در اصل اس کے قد میں کی آواز پر اس کا پچھا کر رہے تھے۔ حمید یگخت رک گیا۔ اب وہ سید حا
جانے کے بجائے داہنی طرف مڑ کر بچوں کے بل چل رہا تھا۔

تقریباً ایک گھنٹہ کی بھاگ دوڑ کے بعد وہ شارع عام پر آگیا۔ تعاقب کرنے والوں کا کہیں پتہ نہ تھا۔
سرک سنان پڑی تھی۔ غیر آباد علاقہ ہونے کی وجہ سے یہاں بکھلی کے سمجھے بھی نہیں
تھے۔ حمید کو خوف تھا کہ کہیں وہ پھر نہ پکڑ لیا جائے۔ اس لئے اس نے جوتے اتار کر بچوں کے بل
دوڑنا شروع کر دیا۔ وہ نہیں جاتا تھا کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔ اس کے چاروں طرف بکریاں تاریکی
تھی اور بیرون کے نیچے کنکریٹ اور کوتار کی چکنی سڑک۔

تحوڑی دیر بعد اسے روشنی کے نیچے نیچے دھبے دکھائی دیئے۔ یہ بھی محض اتفاق ہی تھا کہ وہ شہر
کی طرف جا رہا تھا۔ اگر سمت مخالف میں جا پڑتا تو اس کا احساس تک نہ ہوتا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔
آبادی میں پہنچ کر وہ سانس لینے کے لئے رکا۔ جوتے پہنے اور جیکی ٹلاش کرنے لگا۔ وہ کسی
طرح پھر جا تکیر پیلس تک پہنچنا چاہتا تھا کیونکہ فریدی کی کارا بھی تک دیں تھی۔ بدقت تمام اسے
جیکی مل گئی۔

چہا تکیر پیلس پہنچنے کے بعد اسے پھر اسی جیکی پر واپس آتا پڑا کیونکہ فریدی کی کار وہاں موجود
نہیں تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ کیا حملہ آور اسے فریدی ہی کی کار پر لے گئے تھے۔ اگر ایسا ہے تو کار
بھی گئی۔ اسے دراصل اپنی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔ آخر وہ عالیہ سے طالی کیوں تھا۔

حمد نے جیکی ڈرائیور کو فریدی کی کوئی خلیہ کا پہنچا اور پھر خیالات میں ڈوب گیا۔

کوئی خلیہ کا پھانک ابھی تک کھلا ہوا تھا؟ حمید سوچنے لگا کیا ابھی فریدی واپس نہیں آیا؟ اس نے
جیکی ڈرائیور کو پیسے دیئے اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کوئی خلیہ میں داخل ہوا۔ فریدی کی کار پور جیکو میں
کھڑی ہوئی تھی اور پھر اس نے فریدی کے کمرے میں روشنی بھی دیکھی۔ وہ اس کی طرف جچنا۔
فریدی کمرے میں تباہ نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا جسے دیکھتے ہی حمید بے
اختیار چونک پڑا۔ یہ شہر کا ایک شریف بد معاش نادر تھا۔ وہ ایک صوفے پر بیٹھا فریدی کو سمجھی ہوئی
نظر دیں سے دیکھ رہا تھا۔

”کہاں رہ گئے تھے۔“ فریدی نے حمید سے پوچھا۔

”لبی داستان ہے۔“ حمید نادر کو گھورتا ہوا بولا۔ ”آپ کی موجودگی کا مطلب۔“

"اوہ.... آپ....!" فریدی طنزیہ انداز میں بولا۔ "آپ کے حوصلے بہت بلند ہو گئے ہیں۔"

"اپکے صاحب مجھے نہیں معلوم تھا؟" نادر بے بسی سے بولا۔

"ہاں ہاں۔" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "تمہیں معلوم تھا کہ میں اتنے حلوم کے بعد بھی

نچ جاؤں گا۔"

"آپ نئے تو سکی۔" نادر اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔

"نایے۔" فریدی کے لبھ میں لکھی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ....!"

"ہاں ہاں کھور ک کیوں گئے۔"

نادر خاں پھر خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر سوچنے رہنے کے بعد پھر بولا۔

"میں وہ خط چرانے کے لئے گیا تھا۔ وہاں مجھے تو کروں کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ کوئی جاسوس شاہد کے کمرے میں چھان بین کر رہا ہے۔ بخدا میں نہیں جانتا تھا کہ وہ آپ ہیں، ورنہ میں اس کی ہمت نہ کرتا۔"

"اور دوسرے جملے کے متعلق کیا ارشاد ہوتا ہے۔" فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

"دوسرے حملہ صرف کتے پر تھا۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو وہ مجھے کبھی نہ چھوڑتا۔"

"تو شاہد کا سوٹ تم نے چڑایا تھا۔"

"جی ہاں۔"

"آج رات تم تھما تھے۔"

"جی ہاں.... جی ہاں۔"

"لیکن اس وقت تک تمہارے پاس رائفل نہیں تھی جب تم نے درخت پر تختہ سے حملہ کیا تھا۔"

"نہیں تھی۔"

"تو پھر تم رائفل لے کر دوبارہ واپس آئے تھے۔"

نادر خاں پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔

"جی نہیں.... وہ رائفل مجھے کسی نے دی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ آپ نے کتنا مانگوایا ہے۔"

"کس نے۔"

”ایک عورت نے۔“

”عورت.... کون عورت؟“ فریدی نے چوک کر پوچھا۔

”یہ میں نہیں جانتا۔“

”بہت اچھے۔“

”میں آپ سے بچ عرض کرتا ہوں۔ میں نے آج تک اس کی خل نہیں دیکھی۔“

”بہت خوب۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”اب میں کس طرح آپ کو یقین دلاوں۔ وہ مجھے ہمیشہ رات میں ملتی رہی ہے۔ کسی دیر ان مقام پر اس نے مجھے شاہد کا سوت چڑھانے کی ترکیب بتائی تھی اور اسی نے مجھے اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ میں جہاں گیر چیل کے بلڈہاؤٹ کو دی سوت پہن کر راتوں میں سنگ کیا کروں۔ اس نے مجھے پرانی حوالی میں داخل ہونے کا راستہ بتایا تھا۔ ان سب کاموں کی اجرت پانچ ہزار روپے تھی۔ ڈھائی ہزار روپی دینے گئے تھے میں اتنا حق نہیں کہ بغیر سمجھے بونچے اس چکر میں پھنس گیا۔“

”اور وہ خط۔“

”وہ خط بھی اسی نے منگولیا تھا۔ اس کے لئے پرسوں رات کو اس نے دوبارہ جہاں گیر چیل کا اندر وہی نقش سمجھا تھا۔“

”عورت بوڑھی تھی یا جوان۔“

”آواز سے تو جوان ہی معلوم ہوتی تھی۔“

”تو تم نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی کہ وہ عورت کون تھی۔“

”نہیں۔“

”نادر۔“ دھنٹا فریدی کی آواز بلند ہو گئی۔

”مجی.....!“ وہ سہم کر بولا۔

”تم جھوٹ بول رہے ہو۔“

”نہیں نہیں۔“

”بکومت! اس نے جو کام تم سے لیا تھا وہ اتنا بے سر و پا تھا کہ تم کسی طرح اس کا پڑھ و نشان جاننے کی خواہش نہیں دبا سکتے تھے۔ تمہاری جگہ اگر کوئی احمق ترین آدمی ہوتا تو وہ بھی سیکھی کرتا۔“

”اب میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔“

”خیر میں جھینیں اچھی طرح جاتا ہوں۔“ فریدی تجھے مجھے میں بولا۔ ”تم ایک بار ملک الموت کو بھی دھوکہ دینے کی کوشش کر دے گے۔ لیکن اور دیکھو! میری طرف تم مجھے دھوکہ نہیں دے سکتے۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ میں تمہاری فقرے بازی میں آکر عالیہ کو مجرم سمجھ لوں گا۔“

”کون عالیہ۔“ نادر خان چوک کر بولا۔

”حید۔“ فریدی حید کی طرف مڑ کر بولا۔ ”اے بتاؤ کہ کون عالیہ۔“

”میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔“ حید نے کہا اور فریدی کی میز پر سے ایک چھوٹا سا قلم تراش

چا تو اٹھا کر نادر خان کی طرف بڑھا۔

”ٹھیک ہے۔“ فریدی نے کہا اور نادر خان کو گھومنے لگا۔

”مگر.... مگر.... یہ قانون کے خلاف ہے۔“ نادر خان چیختا۔

”قانون.... جب قانون کی حفاظت میرے ذمہ آپذی ہے تو میں مجرموں کو قانون سے دور ہی رکھتا ہوں۔“

حید نے چا تو کی نوک نادر کی گردن پر رکھ دی۔

”ٹھہر و۔“ فریدی نے حید سے کہا۔ ”یہ بہت ہی معمولی قسم کی اذیت ہو گی۔ انگلیشی میں کوئی سلاکا۔“

”سننے تو کسی۔“ نادر لرز کر بولا۔

”نا نایے۔“

”میں آپ سے بچ عرض کرتا ہوں۔“

”چلو میں نے اسے بھی تسلیم کر لیا، جو تم عرض کرنا چاہتے ہو۔“ حید بولا۔

”ٹھہریے.... ٹھہریے۔“ نادر گز گز لایا۔

”ہاں کہو! کیا کہنا چاہتے ہو۔“

”وہ مجرم داؤ د تھا۔“

فریدی بیٹھ گیا۔ اس کی عقابی آنکھیں نادر خان کے چہرے کا جائزہ لے رہی تھیں۔

”اس نے اب سے ایک ماہ پیشتر مجھے اس کام کے لئے کافی رقم دی تھی کہ میں پرانی حوصلی کو

آسیب زده بنا دوں۔ میں ہی وہاں جا کر عجیب و غریب آوازیں پیدا کیا کرتا تھا۔ پھر اس نے مجھے شاہد کا سوت چرانے کے لئے آمادہ کیا۔ پھر کتنے کو تک کرنے کے لئے کہا اور آخری کام خط چڑھانا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ سوت والا معاملہ ظاہر ہو چکا ہے تو اس نے مجھے اس بات پر اکسیا کہ آپ کو فتح کر دوں۔ ”

فریدی کچھ سوچنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔

”اچھا میئے تم میری مہمان رہو گے۔“

”میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔“

”میں فی الحال تمہیں پولیس کے حوالے کرنے کے بجائے اپنی قید میں رکھوں گا۔“

”مجھے آپ حوالات ہی بھیج دیں تو بہتر ہے۔“

”کیوں؟“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”میں آپ کی قید کے متعلق بہت کچھ سن چکا ہوں۔ آپ کے تہہ خانے پر جہنم کو ترینج دوں گا۔“

”بہت پرانی بات ہے۔“ فریدی نے نہس کر کہا۔ ”اب وہاں بہتیری اصلاحات ہو چکی ہیں،

ٹوب لائٹ اور بیکلی کے عکھے کا خاص انتظام ہے۔ فرش پر ایرانی قالین ملے گا۔ بہترین چم کا صوفہ سیٹ۔ بہر حال قیام و طعام کا معمول انداز ہے گا۔“

”نہیں نہیں! خدا کے لئے آپ مجھے حوالات ہی میں بھجواد بختنے۔“

”ہوں اور پھر وہاں لوگ مار مار کر تمہارا کچومر نکال دیں۔“ فریدی نے کہا۔ ”میں اب بھی تمہارے ساتھ رعات برتے کے امکانات پر غور کر رہا ہوں۔ مثلاً یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں تم پر یہ الزام عائد نہ کروں کہ تم نے مجھ پر تین بار قاتلانہ حملہ کیا تھا۔“

”اوہ....!“

”ہاں.... لیکن ایک شرط کے ساتھ۔“

”کیا....!“

”تم مجھے سب کچھ بچ جو بنا دو۔“

”تو آپ کو اس پر بھی یقین نہیں آیا۔“

”نہیں میئے میں حق نہیں ہوں۔ غالباً تم نے مجرد اؤد سے میری ہمراں سن لی تھی۔ اس

لئے اب تم اسے سمجھنے لگے۔ میں اپنی آنکھیں کھلی رکھتا ہوں۔“

”تو پھر اب میں کسی پر جھوٹا ازالہ نہیں رکھ سکتا۔ میں نے بچی اور آخری بات آپ سے کہہ دی۔“ نادر نے کہا۔

”اب بھی تم ایک اور بچی اور آخری بات بتاؤ گے۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ تھوڑی دیر تک وہ اسے گھوڑا تارہ پھر اس کا گریبان پکڑ کر بولا ”انھوں....!“

تھوڑی دیر بعد حمید اور فریدی کرنے میں بیٹھے کافی بی رہے تھے۔ نادر خاں کو انہوں نے تہ خانے میں بند کر دیا تھا۔ حمید کے استفسار پر فریدی بولا۔

”میں نے تھوڑی دور تک تعاقب کرنے کے بعد اسے پکڑ لایا تھا۔“

”اب میری دکھ بھری داستان سننے کے اس کے پڑھنے سے بہت ہوں کا بھلا ہو گا۔“

حمید اپنے پاپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا اور سارے واقعات دہرا دیئے۔

”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ پورا گردہ کام کر رہا ہے۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”خہر یے.... ذرا یہ تو بتائیے کہ صیم الرشید آپ کے پاس کیوں آیا تھا....؟“

”وہ مجھے افریقہ بھیجا چاہتا تھا۔ وہاں اس کی تجارت میں گول مال ہو رہا ہے۔“

”اور آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ عالیہ کے باپ کی تجارت میں بھی اس کا حصہ ہے۔“

”نبیں۔“ فریدی چوک کر بولا۔

”مجی ہاں مجھے یہ بات عالیہ سے معلوم ہوئی ہے۔“

”اوہ....!“ فریدی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی پیشانی پر ٹکنیں اُبھر آئی تھیں۔

پھر حمید نے ٹرین کا واقعہ بھی دہرا دیا۔

”تم نے پہلے ہی کیوں نہ بتایا تھا۔“

”اب بھی اور سننے۔“

”لیا....؟“

”وہ اس دن عالیہ کی ملکتی کی تقریب میں بھی شریک تھا۔“

”ہوں۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا ”اوہ مہماںوں کی فہرست میں اس کا نام نہیں تھا۔“

”میں نے عالیہ سے اس کے متعلق پوچھا تھا۔“ حمید نے کہا۔ ”لیکن وہ بڑی لاپرواں سے نال

گئی۔ اس نے کہا کہ اسی پر منحصر نہیں، ممکن ہے کچھ نام اور بھی رہ گئے ہوں۔“

فریدی خیالات میں ڈوبا ہوا پھر بینے گیا۔ حمید نے کافی کادوس را پیالہ لبریز کیا اور ہلکی ہلکی چسکیاں لینے لگا۔ فریدی قطعی بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔ اس کے پیالے کی کافی نہ جانے کب کی شندڑی ہو چکی تھی۔

”وہ مجھے افریقہ بھیجنा چاہتا تھا۔“ فریدی آہستہ سے بربولا۔ ”حق کہیں کا۔ تمیں ہزار، چالیس ہزار، پچاس ہزار، سانچھے ہزار، ستر ہزار..... ایک معمولی سی بات کے لئے ستر ہزار، جس کام کو کوئی معمولی سا جاسوس دیں انعام دے سکتا تھا۔ اس کے لئے وہ میرے پاس آیا۔ اشیل پرنس کی اکلوتی بیٹی اپنے باپ کے بعد اس کی دولت کی تھا مالک ہو گئی؟ کیا سمجھے؟“

”جی....؟“ حمید چوک کر بولا۔

”اگر عالیہ کی شادی تمہارے ساتھ ہو جائے تو کیسی رہے۔“

”مجھے سوچنے کا موقع دیجئے۔“ حمید بوکھلا کر بولا۔

”تم اس شہر کے مالدار آدمیوں میں ہو گے۔“

”وہ تو نحیک ہے لیکن مجھے سوچنے کا موقع دیجئے؟“

فریدی اس کی باتوں پر دھیان دیئے بغیر بوتارہا۔

”دولت کی ٹلاش انسان سے نہ جانے کیا کیا کرتی ہے۔ تم دولت حاصل کرنے کے لئے سب کچھ کر سکتے ہو۔“

”جی ہاں....جی ہاں....مجھے منظور ہے۔“

”لیا منظور ہے۔“ فریدی اس طرح بولا جیسے یک بیک سوتے سوتے چوک پڑا ہو۔

”میں عالیہ کے ساتھ شادی کرنے کے لئے تیار ہوں۔“

”لیا مطلب۔“

”آپ ہی تو بھی کہہ رہے تھے۔“

”میں....!“ فریدی سنجیدگی سے بولا۔ ”ابے گدھے وہ تو میں مثال کے طور پر کہہ رہا تھا۔“

”مثال کے طور پر۔“ حمید اس طرح بولا کہ اس کی آواز حلق میں پھنس کر رہ گئی۔

”اوہ تو کیا شہناز کا بھوت سر سے اُتگیا۔“ فریدی نے ٹھنڈے بھجے میں کہا۔

"نہیں تو.... میں چار شادیاں کروں گا۔"

"خیر.... خیر.... فضول باتیں بند کرو۔" فریدی دیوار کی طرف بڑھا۔ کوٹ کپ میں چڑے کا ایک مضبوط سا کوڑا لٹک رہا تھا۔ فریدی نے اسے اتار لیا۔

"میا مطلب؟" حمید یک بیک چونک کربولا۔

"ڈور نہیں! یہ تمہارے لئے نہیں ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔
وہ تمہے خانے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

نادر خاں فریدی کے ہاتھ میں کوڑا دیکھ کر رُزگاریاں لیں گے اس کے چہرے سے معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس دوران میں زیادہ سے زیادہ ذہنیت بننے کی مشق کر رہا ہو۔

"عیم الرشید سے تمہاری ملاقات کب ہوئی تھی۔" فریدی نے آہستہ سے پوچھا۔

نادر خاں بے اختیار چونک پڑا۔

"عیم الرشید.... میں نہیں جانتا کہ وہ کون ہے۔"

کوڑا فضا میں بلند ہوا اور سڑاک کی آواز کے ساتھ ہی نادر خاں کے منہ سے جھیٹکل گئی۔
دوسراء تیر اور چوتھے پر نادر خاں فریدی پر جھپٹ پڑا۔ قتل اس کے کہ حمید دخل دیتا فریدی نے
نادر خاں کو صوفی کی طرف اچھال دیا اور پھر اس پر کوڑے برلنے لگے۔

"نہبہ یے۔" نادر خاں چینا۔

فریدی نے ہاتھ روک دیا۔

"آپ نے وعدہ.... وعدہ.... کیا....!" وہ بڑی طرح ہانپ رہا تھا۔

"ہاں میں اب بھی اس وعدے پر قائم ہوں۔ اگر تم مجھ پتا دو تو بچائیتے جاؤ گے۔" فریدی
اتھے پر سکون لبھ گئی میں بولا جیسے وہ اب تک اسے پیشے رہنے کے بجائے لڑو کھلا تباہ ہو۔

"عیم الرشید ہی نے مجھے اس کام پر آکسیا تھا۔"

فریدی نے کوڑا ایک طرف ڈال دیا اور پر سکون انداز میں اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"تم نے اتنی آسانی سے کیوں بتا دیا۔" فریدی نے پوچھا۔

"اس حرام زادے نے مجھے اطمینان دلایا تھا کہ اس تک کسی کا خیال بھی نہیں سکتا۔" نادر
خاں جلا کر بولا۔ "اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر کبھی تم پکڑے بھی جاؤ گے تو میں تمہیں بچاؤں گا

بس تم اور، اندر کے لوگوں پر ازدحامات عائد کرتے رہتا۔“

”کیا اس نے تمہیں اس کا مقصد بھی بتایا تھا؟“ فریدی نے پوچھا۔

”کیوں نہیں؟ میں اسی مقصد کے چکر میں پڑ کر ہی مارا گیا۔ اس نے مجھ سے کہا تھا کہ غالباً سے شادی ہو جانے کے بعد تمہیں اپنی ہندوستان کی تجارت کا خیر بنا دوں گا اور نہ جانے کتنے بڑے بڑے وعدے کئے تھے۔“

نادر خاں نے قیم الرشید کی شان میں قصیدہ پڑھنا شروع کر دیا۔

”خیر.... خیر.... زیادہ شور مچانے کی ضرورت نہیں۔“ فریدی ایک صوفی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر بولا۔

”قیم الرشید اس وقت کہاں ہو گا۔“

”یہ نہیں بتا سکتا۔ معلوم نہیں کہاں ہو گا۔“

”سرجنٹ حمید پر کس نے حملہ کیا تھا اور اسے لا اور کلے جانے والے کون تھے؟“

”یہ بھی میں نہیں جانتا، ہو سکتا ہے کہ اس نے اس کیلئے میرے آدمیوں سے مددی ہو۔“

”تمہارے آدمی کہاں ہیں۔“

”سیتا گھاٹ والی قومی عمارت میں۔“

فریدی حمید کی طرف مڑا۔

”میرا خیال ہے کہ وہ مجھے سیتا گھاٹ ہی کی طرف لے جائے ہے۔“ حمید نے کہا۔

”اچھا....!“ فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

وہ دونوں تمہرے خانے سے باہر آئے۔

فریدی نے کوٹ پہننا اور جیب میں روپا اور ڈال کر حمید کے کمرے میں آیا۔ حمید بھی تیار ہو چکا تھا۔ وہ دونوں برآمدے میں آکر کھڑے ہو گئے۔ فریدی سوچ رہا تھا۔

”ٹھہر و....“ فریدی نے کہا اور اندر چلا گیا۔ وہ پھر تمہرے خانے کی طرف جا رہا تھا۔

نادر اسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا۔

”تقریب کی شام کو کتے کی ڈور کس نے کاٹی تھی۔“ اس نے نادر خاں سے پوچھا۔

”قیم نے.... اور چاقو سعید کی جیب میں ڈال دیا تھا۔“

فریدی کچھ اور پوچھئے بغیر واپس چلا آیا۔

”آؤ جی حمید صاحب۔“ وہ حمید کی گردن میں ہاتھ ڈالتا ہوا بولا۔ ”یہ قطعی بھول جاؤ کہ تم رات بھر جا گے ہو۔“ دوسرے لمحے میں ان کی کارپھانک کے باہر نکل رہی تھی۔

انجام

شہر کی سنسان سڑک پر فریدی کی کار فرانٹ بھر رہی تھی۔ حمید کی آنکھیں نیند سے بو جمل تھیں۔ کبھی کبھی وہ نیند کی جھونک میں ادھر ادھر گرنے لگتا تھا۔

”میں تو اب بھی عالیہ کی طرف سے مخلوک ہوں۔“ دھنٹا وہ پونک کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”کیوں....؟“

”ہو سکتا ہے کہ وہ اب نیم پر عاشق ہو گئی ہو اور پھر اس کی مدد سے سعید اور شاپر دونوں کو اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کی ہو۔“

”ہو سکتا ہے۔“ فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ”جانتے ہو کہ میں نے اب بھی نادر کو پولیس کے حوالے کیوں نہیں کیا۔“ ”نہیں۔“

”بڑا مکار آدمی ہے۔ مجھے اب بھی اس کے بیان پر شبہ ہے۔“

”تو پھر شبہ کس طرح رفع ہو گا۔“

”ایک اندر ہی چال چال رہا ہوں۔“ فریدی نے کہا۔ ”فی الحال منطقی دلائل کسی طرح کام نہیں آسکتے۔“

”تو کیا آپ سیتاگھاث چل رہے ہیں۔“

”نہیں! نیم کے گھر۔ اس نے مجھے اپنا پتہ دیا تھا۔“

”گروہ تو آج میرے ہی ساتھ آیا ہے۔“ حمید نے کہا۔

”یہاں بھی ایک بگلا اس نے کرائے پر لے رکھا ہے۔“

اس کے بعد پھر خاموشی چھا گئی۔ حمید بدستور او گلگھ رہا تھا۔

”ابے گدھے تم اوٹھ رہے ہو شاید۔ نیچے پھینک دوں گا۔“

”لیکن آپ وہاں کیوں جا رہے ہیں۔“ حمید چوک کر بولا۔ ”بیوت کے لئے محض تار کا بیان ہی کافی نہیں ہو سکتا۔“

”اب کی ہے تم نے عقندی کی بات۔“ فریدی نے کہا۔ ”ایک بات شاید میں نے تمہیں اب تک نہیں بتائی۔ وہ یہ کہ سعید کے جیب سے جو چاقو برآمد ہوا تھا اس پر اس کی الگیوں کے نشانات نہیں تھے، لیکن نشانات تھے.... کسی اور کے.... کس کے تھے؟ یہ ابھی تک پر وہ راز میں ہے۔ محرم نے صرف یہی ایک غلطی کی ہے جس کی بناء پر وہ پکڑا جاسکتا ہے۔ اگر اس سے یہ بھول نہ ہوئی ہوتی تو قیامت تک نہ پکڑا جاسکتا۔“

”اوہ....!“

فریدی نے ایک جگہ کار روک دی۔ تھوڑی دیر تک وہ کار ہی میں بیٹھنے رہے پھر فریدی کار سے اتراد۔ ”یہی ہے اس کا بغلہ۔“ فریدی نے ایک عمارت کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”تم نہیں مٹھرو۔“ اور پھر وہ تار کی میں غائب ہو گیا۔

حید بھی باہر نکل کر پائیداں پر بیٹھ گیا۔ آسمان پر منڈلاتے ہوئے سیاہ بادل مغرب میں جنمے لگتے ہو ابند تھی۔ جس کی وجہ سے دم گھٹ رہا تھا۔ حید نے کوٹ اتار کر کار میں ڈال دیا اور قمیں کے بین بھی کھوں دیئے۔ اسے ایسے موقعوں پر فریدی پر سخت غصہ آتا تھا جب وہ اسے کہیں ساتھ لے جاتا تھا مگر کام کے وقت پہنچے چھوڑ دیا تھا۔

نیند کی وجہ سے حید کا دماغ پر انگنہ ہو رہا تھا۔ پلکیں بو جمل ہوتی چاری تھیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ اوٹھنے لگا پھر اچانک اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے قریب ہی کوئی کار گزرنی ہو۔ وہ چوک پڑا۔ ساتھ ہی اسے فریدی کی آواز سنائی دی۔

”حید.... وہ نکل کیا.... انجمن اسٹارٹ کرو۔“

لیکن حید کے سنجھنے سے پہلے ہی وہ کار تک پہنچ گیا۔

”اندر چلو۔“ وہ حید کو دھکا دیا ہوا بولा۔

حید کی سمجھتی میں نہ آیا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ بہر حال فریدی نے پھرتی سے انجمن اسٹارٹ کیا اور کار کو مشرق کی طرف گھما کر سڑک پر ڈال دیا۔

”اگر وہ نکل سیا تو زندگی بھرا فسوس رہے گا۔“ فریدی نے کہا۔ ”لیکن تم نہ جانے کیا کرتے رہے۔ اگر چاہتے تو کار کے بھیٹے پھیلوں پر قاتر کر سکتے تھے۔“
”میں دراصل اوں گھم گیا تھا۔“

”ہاں ایسے موقعوں پر تو جھیں نہند تھا تھی۔ دیے ہاتھ کبوں اور رقص گاہوں میں رات رات بھر رنگ رلیاں مناتے رہتے ہو۔“
جید نے کوئی جواب نہ دیا۔

فریدی لمحہ پر لمحہ کار کی رفتار تیز کر تارہ تھا لیکن بے سود۔ نہ جانے وہ اپنی کار کدھر نکال۔ لے
گیا تھا۔

”لیکن یہ ہوا کس طرح۔ کیا آپ جاتے ہی اس پر ثبوت پڑے تھے۔“ جید نے پوچھا۔
”قطعی نہیں۔ میں اس ارادے سے اس وقت نہیں آیا تھا۔ مجھے صرف یہ دیکھنا تھا کہ وہ اس وقت گھر پر موجود ہے یا نہیں۔ لیکن ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ مجھے اس بات پر یقین کر لیتا پڑا کہ
نادر خاں کا آخری بیان صحیح ہے۔“
”یعنی....!“

”وہ ابھی تک جاگ رہا تھا۔ میں نے ایک کمزیر کی سے اس کی حالت دیکھی تھی۔ وہ بار بار شلی فون کر رہا تھا اور یہ سب کالیں سیتا گھاٹ والی فوجی عمارت کے لئے تھیں۔ وہ بار بار کسی سے پوچھ رہا تھا کہ نادر خاں واپس لوٹا یا نہیں؟“ فریدی خاموش ہو گیا۔
”پھر....!“

”میں نے سوچا کہ اسی وقت پکڑ لیا جائے۔ لیکن وہ نکل بھاگا۔“

”تو آپ نے اس پر حملہ کر دیا تھا۔“

”ہاں۔“ فریدی آہستہ سے بولا۔ ”گرمی کی شدت کا نہرا ہو۔ اس کا سارا جسم پینے سے بیگنا ہوا تھا۔ بہر حال وہ میری گرفت سے نکل گیا۔“

”آپ نے ریو الور کیوں نہیں استعمال کیا؟“ جید نے پوچھا۔

”میں اس وقت تک ایسا اقدام نہیں کرتا جب کہ میرے پاس مجرم کے خلاف مکمل ثبوت نہ ہو۔“

”لیکن وہ کم بخت گیا کدھر؟“ جید نے کہا۔ ”کیا خیال ہے کیا وہ سیتا گھاٹ گیا ہو گا۔“

"ہرگز نہیں...." فریدی نے کہا۔ "وہ ایسی حادثت بھی نہ کرے گا۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ نادر خاں گرفتار ہو گیا ہے۔"

"نادر کے ساتھیوں میں سے کسی نے اطلاع دی ہو گی۔" حمید بولا۔

"جسچ تھم سور ہے ہو۔" فریدی نے کہا۔ "ورنه پچوں کی سی باتیں نہ کرتے! اسے میاں اس وقت یہاں میری موجودگی ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ نادر خاں گرفتار ہو گیا۔ ورنہ اس کی بھائی ہوئی ایکسیم اس کی اپنی نظر میں اتنی خام نہیں تھی کہ سرانگ رساں اس کی تہہ بھک پہنچ سکتا۔"

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بدستور اونگھ رہا تھا۔ دفعتاً سے اپنے کان کے قریب روپ اور کی آواز سنائی دی اور وہ بے اختیار اچھل پڑا۔

"اوگدھے تم جسچ سور ہے ہو۔" فریدی نے دوسرا فائزہ کرتے ہوئے کہا۔
حمید کو اب ہوش آیا۔ آگے سڑک پر ایک کار تیزی سے جاری تھی۔

"کہیں کوئی اور نہ ہو۔" حمید بے اختیار بولا۔

"میں تمہاری طرح سو نہیں رہا ہوں۔" فریدی ٹھری ٹھری لبھ میں بولا۔
اس نے پھر فائزہ کیا۔ لیکن کوئی نتیجہ نہ لکھا۔

انتہی قابل سے کار توں شائع کرنا فضول ہے۔" وہ آہستہ سے بولا۔
اس نے رفتار کچھ اور تیز کر دی۔

حمید آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر نیند سے پچھا چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے خود اپنی حالت پر غصہ آرہا تھا۔ اچانک اسے ایک تدیر سو جی۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور ایک بازو کھڑکی میں پھاکر دنوں پر پائیدان پر رکھے اور باہر کی طرف لٹک گیا۔

"یہ کیا کر رہے ہو۔" فریدی چیخنا۔

"اب شاید آپ سور ہے ہیں۔" حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا اور جیب سے روپ اور نکال کر آگے والی کار کے چھٹے پیسوں پر فائزہ کرنے لگا۔

"شabaش۔" فریدی نہ جوش آواز میں بولا۔ "اب تم پچھے شاگرد ثابت ہو رہے ہو۔ بندہ اس وقت تم نے استاد کے بھی کان کاٹ لئے۔ مگر ذرا احتیاط سے۔"

چو تھی گولی ایک پیٹے پر پڑی گئی۔ آگے والی کار اچھٹے گلی پھر یک بیک رک گئی۔ فریدی نے

پھر تی سے کام لیا ورنہ اس کی کار اس سے بکرا کر پاش پاش ہو جاتی۔ اچانک بریک لگتے کی وجہ سے حمید کے ہمراپا نہیں ان سے پھسل گئے لیکن قدرت مہربان تھی کہ اس کا بازو کھڑکی ہی میں پھضارہ گیا ورنہ شاید پھر کبھی نہ اٹھ سکتا۔

عین اپنی کار سے کوڈ کر جہازیوں میں سکس گیا۔ فریدی اس کا تعاقب کر رہا تھا۔ حمید نے بھی اس کے پیچے دوڑنا شروع کر دیا تھا۔

جہازیوں کا سلسلہ کافی دور تک پھیلا ہوا تھا اور یہ اتنی سختی تھیں کہ ان میں دوڑنا قطعی دشوار تھا۔ فریدی محض جہازیوں کی سرسر اہٹ کی آواز پر ٹیکم کا تعاقب کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد آوازیں بھی بند ہو گئیں۔ یہ بھی ایک اتفاق ہے کہ اس وقت ہمارے پاس ایک نارچ بھی نہیں۔ ”فریدی آہستہ سے بولا۔ ”خیر تم یہیں نہ ہو۔“

فریدی نے کہا اور جوتے اتار کر قریب کے درخت پر چڑھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر نیچے اتر آیا۔

”میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔“ وہ جلدی سے جوتے پہننا ہوا بولا۔ ”جلدی کرو اگر وہ دریا پار کر گیا تو بڑی دشواری ہو گی۔“

وہ دونوں تیزی سے ایک طرف چلنے لگے۔ فریدی حمید کا ہاتھ تھا میں اسے سمجھیٹ رہا تھا۔ سکھلے میدان میں پہنچ کر انہوں نے دوڑنا شروع کر دیا۔ تھوڑا راستے کرنے کے بعد انہیں بہت دور ایک متحرک دھپہ دکھائی دیا۔ فریدی کی رفتار اور تیز ہو گئی۔ البتہ حمید کے لئے یہ چیز بڑی مشکل تھی، اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اب اس کے پیچھے پھٹ جائیں گے۔ وہ فریدی سے بہت پیچے رہ گیا تھا۔

وھنہا تاریک دھپہ ایک چکر رک گیا اور فریدی زور سے چینا۔

”ٹیکم اگر تم نے ایک قدم بھی آگے بڑھ لیا تو گولی مار دوں گا۔“

دوسرے لمحے میں حمید نے ایسا محسوس کیا ہے کہ دھپہ فضائی بلند ہو رہا ہو اور پھر وہ بڑی سرعت سے عائب ہو گیا۔ دوسرے دھپہ نے بھی اس کی تقلید کی اور وہ وہ بھی عائب ہو گیا۔ حمید انتہائی سختی کے باوجود بھی پوری قوت سے دوڑ رہا تھا۔

اگر وہ یک رک نہ جاتا تو غیر ارادی طور پر وہ بھی دریا میں گر پڑا ہوتا۔ وہ ایک لگار پر کھڑا

ہوا تھا، جو پانی کی سُلٹ سے تقریباً پچھیں تمیں فٹ اوپری رہی ہو گی۔ نیچے دریا میں گویا بھونچال سا آگیا تھا۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے کیونکہ اسے دبجی ہی ساتیرنا آتا تھا اور کچھ دیر بعد اس نے فریدی کا نام لے لے کر اُسے پکارنا شروع کر دیا۔ مگر جواب نہ اراد۔

فریدی دریا کا سینہ چیر کر بڑی سرعت سے آگے بڑھ رہا تھا اس کے آگے قیم تھا۔ فریدی یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا کہ قیم ایک اچھا تیراں ہے۔ وہ اس دوران میں بھی ایک بار اس کی گرفت میں آکر نکل گیا تھا۔

اس وقت وہ اس سے تقریباً دس گز کے فاصلے پر تھا۔ دریا کا دوسرا کنارا تھوڑی بھی دور رہ گیا تھا لیکن قیم دوسرے کنارے کی طرف بڑھنے کی بجائے فریدی کو دریا میں چکر دے رہا تھا۔ رات ختم ہو رہی تھی اور افق میں اجالا پھوٹ رہا تھا۔ ستارے ڈوبنے لگے تھے۔

فریدی نے ایک بار پھر اپنی پوری قوت سے تیر نا شروع کر دیا۔ قیم کی رفتادست پڑ گئی تھی۔ فریدی کو قریب دیکھ کر اس نے غوطہ لگایا، لیکن اس بار فریدی کی رفتار کا اندازہ لگانے میں غلطی کی تھی۔ دوسرے لمحے میں اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے سر کے بالوں کی جزوں میں کسی نے چنگاریاں بھر دی ہوں۔ اسے پھر سُلٹ پر ابھر آنا پڑا۔ اس کے بال فریدی کی مٹھی میں جکڑے ہوئے تھے۔ پھر فریدی نے اس کے من پر گھونسہ مارا اور اس کے ہاتھ پر ڈھیلے پڑ گئے۔

فریدی نے اس کے بال پکڑے ہوئے دوسرے کنارے کی طرف تیر نا شروع کیا۔ کنارہ زیادہ دور نہیں تھا لیکن وہاں تک پہنچنے پہنچنے فریدی کے ہاتھ پر بھی جواب دینے لگے۔ دھناؤ سے حمید کی آواز کہیں قریب ہی سنائی دی، جو اس کا نام لے لے کر جیچ رہا تھا۔

فریدی اس طرح چوک پڑا جیسے وہ ابھی تک سوتا رہا ہو اور پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ یک بیک نئے سرے سے تازہ دم ہو گیا ہو۔ پھر وہ بڑی تیزی سے قیم کو دوسرے کنارے پر سکھنچ لے گیا۔

حمداب تک اُسے پکار رہا تھا اور قریب ہی پتواروں کی شپا شپ سنائی دے رہی تھی۔ ”میں اور ہر ہوں۔“ فریدی اپنی پوری قوت سے چینا اور تھوڑی دیر بعد ایک ناؤ کنارے آگی اور حمید کو دکر فریدی کے قریب پہنچ گیا۔ قمل اس کے کہ حمید کچھ کہتا فریدی بولा۔

"جلدی سے اپنے پاپ میں تمباکو بھرو۔ میرے سب سگار بھیگ کر بیکار ہو گئے ہیں۔"

حید بختا کر رہ گیا۔ قسم زمین پر اوندھا پڑا ہوا تھا۔

"کیا مر گیا۔" حید نے پوچھا۔

"نہیں! بیویوں ہے۔ پانی پی گیا ہے۔ بھی تمباکو۔ کیا پاپ چھوڑ آئے ہو۔ بڑے گدھ سے ہو۔" فریدی نے کہا اور قسم کے پیٹ سے پانی لکالنے کی تدبیر کرنے لگا۔

حید پاپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

اسی دن چار بجے شام کو فریدی اور حید جہاں گیر ہلیس میں چائے پی رہے تھے۔ میز پر تیغرواد و بھی موجود تھا۔

"اس کی طرف تو خیال بھی نہیں پہنچ سکتا تھا۔" عالیہ کی ماں بولی۔ "مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک بار سینھ جی نے اس کی بے ایمانیوں کا تذکرہ کیا تھا۔ وہ ایک بار ہمارا کافی روپیہ ہضم کر چکا ہے۔"

"میں پھر کہتا ہوں آپ نے غلطی کی۔" تیغرواد خلک لجھے میں بولا۔ "بھلا دہ کیوں شاہد کو مارنے لگا۔"

"ایک دولت مند لڑکی سے شادی کرنے کی امید پر۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "کیا عالیہ بانو اپنے باپ کی ساری دولت کی تھا مالک نہیں ہیں۔"

"تو کیا سعید رہا کر دیا جائے گا۔" تیغرواد نے پوچھا۔

"قطعنی....!" فریدی نے سگار سلاکات ہوئے کہا۔

"کان کھوں کر سن لو۔" تیغرواد عالیہ کی ماں کو مخاطب کر کے بولا۔ "عالیہ کی شادی سعید کے ساتھ ہرگز نہیں ہو سکتی۔"

"کیوں اس میں ہرج ہی کیا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "سعید غریب ضرور ہے لیکن نجیب الظرفیں اور اچھے خاندان کا لڑکا ہے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی ہے۔"

"تھی....!" تیغرواد گرج کر بولا۔ "آپ میرے خاندانی معاملات میں دخل دینے والے کون ہوتے ہیں۔"

عالیہ کی ماں کی پیشانی پر ٹکھنیں پڑ گئیں۔ اسے تیغرواد کا الجھ بہت گرا گزرا تھا۔ وہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ یہک فریدی تیغرواد کی طرف جھکا اور اس کے کان میں آہستہ آہستہ کچھ کہنے

لگا میجر داؤد کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھلتی جا رہی تھیں۔ فریدی پھر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اس کے ہونٹوں پر ایک شراحت آمیز مسکراہٹ تھی۔ میجر داؤد اپنے ننگ ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔

”ہاں تو میرا خیال ہے کہ اس رشتے میں کوئی عیب نہیں۔“ فریدی بجھا ہوا سگار سلاکا تا ہوا بولا۔ پھر وہ عالیہ کی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ سعید نے مفت میں: تین مصیبتیں جصلی ہیں اور آپ سمجھی اس کی عمر قید یا چھانٹی کے مختصر تھے اور جب کہ خود عالیہ بانوں بھی سمجھا چاہتی ہیں۔ آپ کو کوئی اعتراض نہ ہونا چاہئے۔

عالیہ اللہ کر پڑی گئی۔

”بھتی میں کیا کر سکتی ہوں۔“ عالیہ کی ماں نے کہا۔ ”اگر عالیہ اسی پر مصرب ہے تو صرف اتنا کر سکتی ہوں کہ سینہ تی کو اس پر رضا مند کرنے کی کوشش کروں۔ ویسے اختیار تو انہیں کوہے۔“

آپ چاہیں تو سب کچھ ہو جائے گا۔“ فریدی نے کہا۔

میجر داؤد اس دوران میں بالکل خاموش رہا اور اس کی خاموشی پر عالیہ کی ماں کو بھی حیرت ہونے لگی۔ تھوڑی دیر بعد جب فریدی اور حمید و اپنے جانے کے لئے برآمدے سے گزر رہے تھے انہیں عالیہ تھی۔ فریدی صاحب میں نے آپ کی شان میں کل رات بڑی گستاخیاں کی ہیں۔ جن کی معافی چاہتی ہوں۔“ عالیہ نے قدرے پھیچاہٹ کے ساتھ کہا۔

”کوئی بات نہیں! ہم لوگ اس کے عادی ہیں۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔

”مجھے سخت شرمندگی ہے۔“ عالیہ فریدی کی طرف ہونٹوں سے بھرا ہوا پرس بڑھاتے ہوئے بولی۔ ”میری طرف سے یہ حقیر نذر قبول فرمائیے! حالانکہ یہ آپ کے شیامان شان نہیں۔“

”آپ جانتی ہیں کہ میں نے یہ پیشہ حصول زر کیلئے نہیں اختیار کیا۔“ فریدی مسکرا کر بولا۔ عالیہ کا ہاتھ جھک گیا۔ فریدی اور حمید آگے بڑھ گئے۔ لیکن عالیہ پھر ان کی طرف بڑھ گی۔ ”ورا ایک بات سنئے۔“ اس نے انہیں روک کر کہا۔ ”آپ نے میجر صاحب سے کیا کہا تھا اور انہوں نے خلافت کرتے کرتے چپ کیوں سادھلی تھی۔“

”مجھے افسوس ہے کہ میں یہ نہ بتا سکوں گا۔“ فریدی نے آہتہ سے کہا۔ ”لیکن مجھے امید ہے کہ اب وہ آپ کی پسندیدہ شادی پر مترض نہ ہوں گے۔“

پھر وہ عالیہ کو حیرت زدہ چھوڑ کر اپنی کار میں آبیٹھے۔
”کیوں۔ سمجھ داؤ د کیا معاملہ تھا۔“ حمید نے پوچھا۔
فریدی بیٹھنے لگا۔

”کوئی خاص بات نہیں۔ کل رات کو میں نے اس کی ایک غیر قانونی حرکت کا پتہ لگایا ہے وہ
بھی اتفاق ہی تھا۔ پرانی حوالی میں مجھے جو حادثہ پیش آیا تھا اس کی بناء پر شائد اسے یہ اندریشہ لاحق
ہوا کہ کہیں پولیس جہاں تکریب میں کی طالثی نہ لے۔ کیونکہ یہ اس کے ہاں دوسرا حادثہ تھا۔“
”پھر....!“

”اسی خوف کے تحت اس نے ایک غیر قانونی چیز جو اسی کی تھی پرانے کھنڈروں میں چھپانے
کی کوشش کی۔“
”کیا چیز....؟“

”چانڈو.... اور چانڈو پینے کے کچھ پائپ۔“
”اوہ....!“ حمید بے اختیار بس پڑا۔

”شاید اس کے گھر والے بھی نہیں جانتے کہ اسے چانڈو کی لٹ ہے۔“ فریدی نے کہا۔
”مگر یہ کیس جلد ختم ہو گیا۔ اس کا افسوس ضرور ہے۔“
”کیوں....؟“ فریدی نے پوچھ کر پوچھا۔
”مگر.... خیر کوئی بات نہیں۔“ حمید خود سے بولا۔ ”اب عالیہ رقص گاہوں میں مجھ سے
کترائے گی نہیں۔“

”اور کچھ تعجب نہیں کہ تمہیں صنتی بھی کر لے۔“ فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔
”اب آپ گالیوں پر اتر آئے۔“ حمید نے ہونٹ اسامنہ بنا کر کہا۔
”دیکھو یار تم ہر وقت عورت کا تذکرہ کر کے مجھے بورنہ کیا کرو۔ ورنہ کسی دن تمہارا گھاگھونٹ
دوں گا۔“ فریدی نے کہا اور اپنا چکا ہونٹ دانتوں میں دبایا۔
حمید بیزاری سے دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔

ختم شد